قربانی
کی
شرعی حیثیت



مؤلف

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

قربانی

کی

شرعی حیثیت

مؤلف

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

﴿خلیفہ ومجاز بیعت﴾

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحبؒ پرنامبٹی

خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

اگر کوئی نیکی کا طالب اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس کتاب کو منتقل کرنا چاہے تو اجازت ہے۔

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قربانی کی شرعی حیثیت۔

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپیوٹر وکتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔84

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کے پتے

☆ قاری عبدالعلاّم صاحب، C-178 تیسری منزل نزد چاند مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)

☆ حاجی عبدالغنی صاحب، A-330 نزد مرکزی جامع مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)

☆ قاری مطیع الرحمٰن صاحب، اتوار بازار، نزد مدینہ مسجد، اگرنگر مبارک پور، (نئی دہلی)

☆ محمد اسلم وحافظ عبدالعزیز صاحب، چمن جنرل اسٹور 1981 گلی قاسم جان بازار لال کنواں، نزد ہمدرد دواخانہ (دہلی-6)

Mobile:

Abdullah: 7654132008-Q . **Abdul Allam:** 9818406313

H. Abdul Gani : 9811542512 **Md Aslam:** 9250283190

H. Abdul Aziz: 9811626704 **Q. Mutiur Rahman:** 8882919635

Email: Abdullahdbg1994@gmail.com

فہرست مضامین

مضامین	صفحات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

قربانی کے موضوع پر خاکسار کی ایک دوسری تالیف بھی ہے ،مگر اس کا قدیم نسخہ اس وقت نایاب ہے نیز اس میں بعض اہم مسائل کا تذکرہ نہیں ہوا ہے اس لئے بہ شدت یہ گوش گذار کیا جاتا رہا کہ دوبارہ اس پر قلم اٹھایا جائے ، چنانچہ بتوفیق الٰہی چند دنوں کی جدو جہد کے بعد جدید نسخہ آپ حضرات کے سامنے حاضر ہے۔

دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ ہر دور میں جہد مسلسل اور فدا کاری وقربانی کی متقاضی رہی ہے،خواہ دور انبیاء ہو یا عہد صحابہ، تابعین کا زمانہ ہو یا تبع تابعین کا،علماء کا دور ہو یا اولیاء کرام کا ، امت کے ہر طبقہ اور ہر دور میں دین وشریعت کے قائدین وعلمبرداروں کوفروغ دین اوراحیاءشریعت کیلئے امتحانوں آزمائشوں اورمختلف النوع ابتلاءات سے گزرنا پڑا۔

دنیا میں کسی بھی پیغمبر کی حیات اور خدمات پر نظر ڈالیں تو وہ مشقتوں اور مصائب ومحن سے بھری ہوئی دکھائی دیں گی ،خواہ آدم علیہ السلام ہوں یا نوح علیہ السلام ، یونس علیہ السلام ہوں یا یوسف علیہ السلام ،موسیٰ علیہ السلام ہوں یا عیسیٰ علیہ السلام ،حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام ہوں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، ہر ہر پیغمبر کو اپنے عہد اور اس عہد کی قوموں کی جانب سے بے پناہ تکالیف اور مشقتوں سے دوچار ہونا پڑا ،آزمائش کی بھٹیوں اور مصائب کی بڑی بڑی گھاٹیوں کوانہیں انگیز کرنا پڑا، الغرض انہیں حضرات کی کوششوں و بے مثال محنتوں اور عظیم قربانیوں کے صدقہ میں خدا کا دین آج تک عالم میں موجود ہے اور کائنات کوزینت وروشنی اور انسانیت کو سامان ہدایت عطا کررہا ہے،انبیاء علیہم السلام کی طرح ان کے وارثین علماء حق کوبھی اسی طرح خدائی

نظام کے قیام اور تبلیغ کیلئے صبر وامتحان اور انواع واقسام کی مشقتوں اور قربانیوں سے گذارا گیا جس کے نتیجہ میں آج بے شمار کتابوں میں، ہمارے سینوں میں، لائبریریوں اور کتبخانوں میں اور معاشرے وسماج میں دین کا یہ چراغ فروزاں ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی بھی عظیم کام اور پیغام کی تکمیل کیلئے عنداللہ قربانی مطلوب ہے اسی لئے اللہ نے قربانی کی اس سنت کو فروغ دین اور نظام اسلامی کی بقاء وقیام کیلئے اپنے حکم وعبادت کی شکل میں قرآن وسنت میں ہمیشہ کے لئے ذکر فرما کر دین ودنیا کی کامیابیوں کا ایک عظیم باب بنا دیا۔

چنانچہ قرآن کریم کہتا ہے: **وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ**۔ (سورۂ حج، آیت/22)

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے واسطے قربانی مقرر کردی ہے، تاکہ یاد کریں اللہ کا نام ذبح پر چوپایوں کے جوان کو اللہ نے دئے ہیں۔

اس آیت سے یہ پتہ چلا کہ جس کو جونسا جانور اللہ نے عطا اور میسر کیا ہے اسی کو وہ قربان کرے، کسی کو بکرا، کسی کو بھیڑ، کسی کو گائے،، کسی کو بھینس جس کو جو جانور دیا ہے اسی کو قربان کرے۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ۔ (سورۂ حج، آیت/36)

اور کعبہ کے چڑھانے کے اونٹ ٹھہرائے ہیں ہم نے تمہارے واسطے نشانی اللہ کے نام کی تمہارے واسطے انمیں بھلائی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور شعائر اللہ اور خدا کی نشانیوں میں سے ہیں، لہذا اس کی تعظیم اسی دن سے واجب ہوگئی جس دن سے قربانی کی نیت کی گئی، پھر ان جانورں کی ذات کے اندر اور ان کے ادب کے ساتھ قربان کرنے میں لوگوں کے لئے بہت سی دنیوی واخروی بھلائیاں ہیں۔

قرآن شریف نے قربانی کا فلسفہ یہ بیان کیا کہ خدا کے یہاں قربانی کے جانور کو ذبح کر کے گوشت کھانا کھلانا یا اس کا خون گرا کر اللہ کو راضی کرنا مطلوب نہیں، نہ یہ سب چیزیں اس کی بارگاہ میں پہنچتی ہیں، اس کے یہاں تو دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت بھلی لگتی ہے کہ میرا

بندہ کس خوش دلی اور جوش ومحبت اور نیک جذبہ کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس وعمدہ چیز میرے حکم واجازت سے میرے نام پر میری بارگاہ میں قربان کرتا ہے، اس طرح بندہ درحقیقت قربانی کے اس عمل سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح ہر وقت قربان ہونے کے لئے تیار ہیں اور نہایت شوق وولولہ کے ساتھ اپنے رب سے سچی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے عالم آشکارا کرتا ہے کہ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس لئے خدا کے ایک سچے بندہ کو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے قربانی کے ذریعہ اپنا قرب حاصل کرنے کا ایک مبارک راستہ عطا کیا اور اپنی محبت وعبودیت کے اظہار کی ایک عظیم راہ سمجھا دی اور محض ایک جانور کی قربانی کو خود ہماری ایک جان قربان کرنے کے قائم مقام بنا دیا۔

خلاصہ یہ کہ قربانی کا حکم مومن بندہ کے لئے ایک عظیم انعام واکرام کے طور پر نازل کیا گیا ہے، اخلاص کے ساتھ اس کے اہتمام اور تعمیل سے اس کو بارگاہ رب العزت میں مقام قرب حاصل ہوگا اور ہر شخص کی تمنا یہی ہے کہ اس کو اللہ کے یہاں کوئی مرتبہ مل جائے۔

لہذا جس طرح ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے قربانی کے اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا اور نہایت صبر وتواضع اور تذلل وطاعت کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں قربانی کا نذرانہ پورے شوق وخلوص کے ساتھ پیش کیا اللہ تعالیٰ انہی نیک جذبات واحساسات کے ساتھ ہمیں بھی قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔

فلسفۂ قربانی پر جب ہم ایک تحقیقی نظر ڈالتے ہیں تو قرآن مقدس کے مطالعہ سے دو طرح کی قربانی کا انکشاف ہوتا ہے۔(۱) ایثار۔(۲) قربانی۔

سخاوت وفیاضی کا ایک بڑا درجہ ایثار ہے یعنی اپنے اوپر دوسرے شخص کو ترجیح دینا، خود کو بھوکا رکھ کر دوسرے کو کھانا کھلانا، پیاس کی شدت کو برداشت کر کے دوسرے کو پانی پلانا، خود مشقت اٹھا کر دوسرے کو راحت پہنچانا، دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنا یہ شرافت انسانی کا

نہایت قیمتی وصف ہے،قرآن شریف میں سورۂ حشر میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:وَ یُؤثِرُونَ عَلٰی اَنفُسِهِم وَلَو کَانَ بِهِم خَصَاصَة۔(سورۂ حشر/9)

یہ میرے نیک بندے اپنے اوپر دوسروں کوترجیح دیتے ہیں چاہے خود ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔

لیکن ایثارومحبت کا سب سے بڑااورآخری درجہ قربانی ہے کہ دوسرے کی خاطراپنی جان بھی انسان دے ڈالے۔غورکریں توقربانی کا یہ عمل مخلوقات کی فطرت سے بھی ہے دنیا کی ہرشئ ہر شئ کیلئے قربان ہے ہرچیز دوسری چیز پر فدااورقربان ہے،جمادات،نباتات،حیوانات،انسان پر قربان ہورہے ہیں اورانسان اپنے رب حقیقی پرقربان ہے،لاکھوں درخت مکانوں کی تعمیر کے لئے قربان ہورہے ہیں،لاکھوں سپاہی وطن کی حفاظت کیلئے قربان اورقوم وملت کیلئے بےشمارفرزندان شہید ہوجاتے ہیں،دین اسلام بھی خدا کا فطری مذہب ہے،لہذ ابغیرکسی ادنیٰ ارتیاب واشتباہ کے ہرشخص پرقربانی کے اس حکم کی تعمیل عین فطرت ہے۔

بہرحال مسلمان چونکہ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی روحانی اولادہیں اس لئے ان کی اس یادگارکے اولین حامل بھی یہی ہیں،قربانی کے اس عمل میں ہرمسلمان کے لئے کھلےطور پر قرب وتسلیم اورصبروتحمل کی واضح ہدایتیں اورمثالیں ہیں،اللہ تعالیٰ تاقیامت اس فریضہ کے اہتمام وتعمیل کی تمام مسلمانوں کوتوفیق عطافرمائے اورکتاب کومیرے اورتمام معاونین کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔آمین۔

(حضرت مولانا) محمد علاءالدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی،گھنشیام پور،ضلع دربھنگہ(بہار)

بروزجمعرات،٢٧ ذوالقعدہ ١٤٤٢ھ،٩ جولائی،٢٠٢١ء

﴿قربانی کے فضائل﴾

۱۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عیدُ الاضحیٰ کے دن فرزندِ آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہوکر) آئے گا۔اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔''پس خوش دلی سے قربانی کرو''۔(ترمذی 1493،ابن ماجہ)

یعنی اسکو بوجھ مت سمجھو۔

حدیث: حضرت عائشہؓ میں قربانی کی تین فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔قربانی کے ایام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل قربانی ہے۔

۲۔قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا یعنی جیسا انور قربان کیا تھا ویسا ہی ملے گا اور قیامت کے دن اس کا کوئی بھی عضو ضائع نہیں ہوگا۔

۳۔قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوجاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کا پورا ثواب عطا فرمادیتے ہیں۔

۲۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنی صاحبزادی) سیّدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کو (قربانی کے وقت) فرمایا کہ اے فاطمہ اٹھو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہوجاؤ کیونکہ اسکے خون کے پہلے قطرے کے گرنے کی وجہ سے تمہارے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف ہوجائیں گے۔''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا'' یارسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ فضیلت ہمارے یعنی اہل بیت کیلئے خاص ہے یا سب مسلمانوں کیلئے ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فضیلت تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔ (الترغیب والترہیب حدیث 1591)

تشریح: بعض عبادتوں کا مخصوص دنوں میں خصوصی اجر وثواب ہے۔ خدائے رحمٰن ورحیم کے نزدیک عید الاضحیٰ کے دن سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ اس کے نام پر زیادہ سے زیادہ جانیں قربان ہوں اور خون بہے یہ دراصل انسان کے اپنے جذبات کی قربانی ہے اور اس کی فداکاری کا امتحان ہے۔ چنانچہ اس کی ابتداء ملتِ اسلامیہ کے جدّ امجد خدا کے بہت زیادہ برگزیدہ بندے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ایک بے مثال قربانی سے ہوئی اپنے اکلوتے بیٹے کو خود اپنے ہاتھوں ذبح کر دینے سے بڑھ کر اور کیا قربانی ہوسکتی ہے؟ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے اپنی طرف سے یہ کر دکھایا گو خدا نے انکے لختِ جگر کی جان بچالی۔ اس قربانی کی ہمت تو ہر کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ اسلئے اللہ رب العالمین نے اپنے فضل وکرم سے بیٹے کی قربانی کا حکم تو نہیں دیا البتہ اس مبارک وعظیم قربانی کی یادگار اس ملتِ حنیفیہ میں جاری رکھی اور ہر سال اس کا دہرانا اہل استطاعت پر لازم کر دیا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ: **لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ۔**

ترجمہ: اللہ رب العزت کے پاس نہ تو ان جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون بلکہ اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

اسلئے جب چھری پھیر دی، جذبۂ قربانی اور دل کے تقویٰ کا امتحان ہو گیا۔ خون کا قطرہ زمین پر بعد میں گرا، نیک نیتی اور خلوص دل پہلے قبول ہو گیا۔ اس آیت نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ صرف جانوروں کا خون بہا دینے سے یا گوشت کھانے یا کھلانے ہی سے خدا کی خوشنودی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے ہاں تو اصل قیمت تقویٰ، خلوص، خوش دلی، جوشِ محبت اور جذبہ قربانی کی ہے جس بندے میں یہ خوبی زیادہ ہوگی اس کی قربانی بھی اتنی ہی زیادہ مقبول ہوگی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب نے عرض کیا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تمہارے (روحانی اور نسلی) جدِّ امجد، خدا کے بہت زیادہ برگزیدہ بندے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے۔ (یعنی سب سے پہلے اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکا حکم دیا گیا اور وہ قربانی کیا کرتے تھے۔ انکی اس سنت اور قربانی کے اس عمل کی پیروی کا حکم مجھ کو اور میری اُمت کو دیا گیا ہے)

تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قربانیوں کا ہمارے لئے کیا اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قربانی کے جانور کے بالوں کے عوض ایک نیکی ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُون کا بھی یہی حساب ہے۔ (اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ بھیڑ، دُنبہ، مینڈھا اور اونٹ جیسے جانور جن کی کھال پر گائے، بیل اور بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے بلکہ اُون ہوتی ہے اور یقینا ان میں سے ہر ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں بال ہوتے ہیں تو کیا ان اُون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی کی شرح سے ملے گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ جی ہاں! اُون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی اسی شرح سے ملے گا یعنی ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔ (سنن ابن ماجہ 3127)

﴿قربانی کی حقیقت﴾

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھئے، اللہ کو یہ گوارا نہ ہوا۔ اس لئے حکم دیا کہ تم جانور ذبح کر دو ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔

چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب کے ذریعہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کریں اب دیکھئے کہ حکم اول تو اولاد کے بارے میں دیا گیا۔ اولاد بھی کیسی فرزند اکلوتا اور فرزند بھی ناخلف نہیں بلکہ نبی معصوم۔ ایسے بچے کی قربانی کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ حقیقت میں انسان کو اپنی قربانی پیش کرنا اتنا مشکل نہیں۔ مگر اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کی قربانی پیش کرنا اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بڑا مشکل کام ہے مگر چونکہ حکمِ خداوندی تھا۔ اسلئے آپ نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محبت پر حکم خداوندی کو مقدم رکھتے ہوئے فرمانِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منٰی کے منحر (ذبح کی جگہ) میں لے گئے اور فرمایا بیٹا! مجھے حکمِ خداوندی ہے۔ کہ میں تجھے ذبح کر دوں۔ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً یہ فرمایا افعل ما تؤ مر یعنی جو آپ کو حکم ہوا ہے ضرور پورا کیجئے، اگر میری جان کی ضرورت ہے تو ایک جان کیا؟ (گو اگر ہزار جانیں بھی ہوں تو نثار ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے رسیوں سے پہلے ان کے ہاتھ پاؤں باندھے، پھر چھری تیز کی۔ اب بیٹا بھی خوش ہے کہ میں خدا کی راہ میں قربان ہو رہا ہوں ادھر باپ بھی خوش ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی پیش کر رہا ہوں، چنانچہ حکمِ خداوندی کی تعمیل میں اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلادی، جب چھری کند ہوگئی تو اس وقت حکمِ الٰہی ہوا: **قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین۔** (الصفات پارہ ۲۳)

بیشک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکوکار لوگوں کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔ اب ہم اس کے عوض جنت سے ایک مینڈھا بھیجتے ہیں اور تمہارے بیٹے کی جان کے عوض ایک دوسری جان کی قربانی مقرر کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی دن سے بھیڑ، دُنبہ، مینڈھا، اونٹ، گائے، بیل اور بکری وغیرہ قربانی کیلئے فدیہ (بدلہ) میں گویا کہ مقرر ہو گئے ہیں۔

﴿قربانی کا حکم﴾

حنفی مسلک اور جمہورِ اہل اسلام کے نزدیک قربانی ہر اس مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے جو مقیم ہو اور غنی (مالدار) ہو یعنی نصاب کا مالک ہو اگرچہ نصاب نامی نہ ہو۔ (احکام قربانی، ص/15)

﴿قربانی نہ کرنے پر وعید﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جس کے پاس گنجائش ہو اور اس کے باوجود وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ (ابن ماجہ ٢١٢٣)

تشریح: پوری ملت اسلامیہ شریعت کا ایک اہم شعار اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار منا رہی ہو (اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورا کر رہی ہو) انہی میں سے ایک شخص جسے خدا نے سب کچھ دیا ہو اور وہ آسانی سے اس اہم سنت میں حصہ لے سکتا ہو اور اس کے باوجود بے پرواہی کر رہا ہو تو اس کو کیا حق ہے کہ سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر عید منائے۔ (ترغیب ص۔ ٩٤ ج۔ ٢)

﴿قربانی کس پر واجب ہے﴾

١۔ قربانی ہر مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر واجب ہے کافر پر نہیں۔ مفتی بہ قول کے مطابق نابالغ اور پاگل پر قربانی واجب نہیں۔

٢۔ مالدار یعنی صاحب نصاب پر واجب ہے، غریب پر نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وسعت (مالدار ہونے) کے باوجود جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ باب الاضاحی)

۳۔قربانی مقیم پر واجب ہے مسافر پر نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں،اسی وجہ سے حجاج کرام پر عید کی قربانی واجب نہیں، بشرطیکہ وہ مسافر ہوں لہذا اگر حاجی پندرہ دن پہلے سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہو وہ مالدار ہوتو اس پر عید کی قربانی واجب ہوجائے گی ،عید والی قربانی خواہ مکہ میں کرے یا اپنے وطن میں کروادے اور حج تمتع وغیرہ کی قربانی الگ ہوگی جس کا حرم میں ہی کرنا ضروری ہے۔(قربانی کے ضروری مسائل،ص/56)

۴۔قربانی واجب ہونے میں آخری وقت کا اعتبار ہے مثلاً 12 ذوالحجہ کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے غریب مالدار ہوگیا، کافر مسلمان ہوگیا،''مالدار مسافر'' مقیم ہوگیا تو ان پر قربانی واجب ہوگئی اور قربانی واجب ہونے میں مرد وعورت کے احکام ایک جیسے ہیں۔

﴿قربانی کی تاریخ پر ایک نظر﴾

کسی جانور کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنیکی نیت سے ذبح کرنا اس وقت سے شروع ہے۔ جب سے آدم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے اور دنیا آباد ہوئی سب سے پہلے قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل نے دی''اذقرّباقربناً''یعنی جب کہ دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی (المائدہ پارہ۔٦)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ ہابیل نے ایک مینڈھے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے اپنے کھیت کی پیداوار سے غلہ وغیرہ صدقہ کرکے قربانی پیش کی حسبِ دستور آسمان سے آگ نازل ہوئی ہابیل کے مینڈھے کو کھالیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا،قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی پہچان پہلے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں یہ تھی کہ جس قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے تو ایک آگ آسمان سے آتی اور اس کو جلا دیتی تھی

سورہ آل عمران میں اس کا ذکر ''صراحتاً'' آیا ہے کہ ''بِقُربَانٍ تَأکُلُهُ النَّار ''یعنی وہ قربانی جس کو آگ کھا جائے (قبول ہے)۔اس زمانہ میں کفار سے جہاد کے ذریعہ جو مال غنیمت ہاتھ آتا تو اس کو بھی آسمان سے آگ نازل ہوکر کھا جاتی تھی اور یہ جہاد کے مقبول ہونیکی علامت سمجھی جاتی تھی۔

اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی انعام ہوا کہ قربانی کا گوشت اور مالِ غنیمت ان کے لئے حلال کر دیے گئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خصوصی فضائل اورانعامات الٰہیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ''اُحِلّتْ لی الغَنَائم ''یعنی میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعض غیر مسلموں نے اپنے اسلام قبول نہ کرنے کا یہ عذر بھی پیش کیا کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی قربانیوں کو آگ کھا جایا کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوتا، اس لئے اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک یہ صورت ظاہر نہ ہو۔ ''سورۃ المائدۃ'' میں اس عذر۔۔۔کو بیان کرکے یہ جواب دیا گیا کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے زمانہ میں قربانیوں کو آگ نے کھایا تھا توتم کونسا ان انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لائے تھے تم نے تو انکو بھی جھٹلا دیا تھا۔ بلکہ انکے قتل تک سے دریغ نہ کیا تھا، انکا یہ قول حق طلبی کیلئے نہیں تھا۔ بلکہ حیلہ جوئی کیلئے تھا۔جانور کی قربانی سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عبادت اور تقرب الٰہی کا ذریعہ قرار دی گئی اور قربانی کا ایک خاص طریقہ کہ آسمانی آگ آکر اس کو جلا دے۔خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک تمام انبیاء کرام کے دور میں ہوتا رہا۔قربانی ایک اہم عبادت اور شعائرِ اسلام میں سے ہے۔زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام پر قربانی کیا کرتے تھے، اس طرح آج تک دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کیجاتی ہے۔بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر۔ ''سورۃ الکوثر پارہ عمّ'' میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جس طرح نماز اللہ

تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے نہیں ہوسکتی اس طرح قربانی بھی اس کے نام پر ہونی چاہیے۔خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سال تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرسال پابندی سے قربانی فرماتے تھے،جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظّمہ کیلئے مخصوص نہیں بلکہ ہر شخص پر، ہر شہر میں شرائط کے بعد واجب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے،اس لئے جمہور علماء اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی-حقائق واسرار﴾

عیدالاضحیٰ کے مبارک ومقدس موقعے پر اللہ تعالیٰ کی تقدس مآب بارگاہ میں اہل اسلام اپنی اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں اور اللہ کی جناب میں تقرب پانے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ مقدس ومبارک عمل دراصل ایک عجیب وغریب واقعے کی یادگار اور اس کی نقل ہے،جس کی نظیر پیش کرنے سے تمام اگلے اور پچھلے لوگ عاجز وقاصر ہیں،اس واقعے کا تعلق دو مقدس ومحترم شخصیتوں سے ہے، ایک حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور دوسرے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام۔(جواہر شریعت،ص/168)

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام وکردار﴾

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شخصیت سے کون ناواقف ہوگا؟ آپ اللہ کے وہ برگزیدہ نبی ہیں کہ جنھوں نے اللہ کی محبت میں ایسے مصائب جھیلے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خُلت کا بلند ترین مقام عطا فرمایا اور قرآن پاک میں جگہ جگہ آپ کی تعریف فرمائی اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ملتِ ابراہیمی کا اتباع کریں اور آپ کو ساری دنیائے انسانیت کا امام بنایا گیا،آپ ہی ہیں جنھوں نے اللہ کے حکم سے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی اور حج کا اعلان کیا اور حج جیسی

مقدس عبادت کی تعلیم دی، وہ آپ ہی کی ذاتِ کریمہ ہے، جس نے کفر وشرک کے ماحول میں جنم لینے اور آنکھ کھولنے کے باوجود؛ کفر وشرک کی آلودگیوں سے نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو بچایا؛ بل کہ بہت سے لوگوں کو اس سے محفوظ رکھا اور نعرۂ توحید بلند کرتے ہوئے پورے ماحول ومعاشرے کو چیلنج کردیا اور جب اس راہ میں مصائب وپریشانیاں لاحق ہوئیں تو پورے صبر وتحمل کے ساتھ اللہ کی خاطر ان کو برداشت کیا، آپ کو آگ میں ڈالا گیا، جلاوطن کیا گیا، ایذائیں وتکلیفیں پہنچائی گئیں اور یہ سب کچھ آپ نے اللہ کے لیے بہ شوق ورغبت برداشت کیا اور اللہ کی محبت کا ثبوت دیتے رہے۔

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت﴾

جب آپ نے اپنے وطن (عراق) سے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی، تو آپ کے ساتھ حضرت سارہ علیہا السلام آپ کی زوجۂ محترمہ اور حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھتیجے بھی تھے، درمیانی منزل مصر میں قیام فرمایا، تو وہاں کے بادشاہ نے حضرت سارہ علیہا السلام پر بدنیتی سے دست درازی کی اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کے ہاتھ شل کردیئے اور اس طرح تین مرتبہ ہوا، حضرت سارہ کی یہ کرامت دیکھ کر بادشاہ متاثر ومرعوب ہوا اور ''ہاجرہ'' نامی ایک باندی (جو اصل میں ایک قبطی النسل شہزادی تھی) حضرت سارہ کی خدمت کے لیے بہ طور ہدیہ پیش کی اور حضرت سارہ نے وہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ فرمادی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اپنے نکاح میں لے لیا، پھر ملکِ شام میں جاکر سکونت اختیار فرمائی؛ مگر ایک طویل مدت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی؛ یہاں تک کہ آپ کی عمر تقریباً چھیاسی برس کی ہوگئی، تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لیے دعا فرمائی: رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ۔ (الصافات:۹۹)

اے میرے پروردگار! مجھے صالحین میں سے ایک صالح اولاد عطا فرما!

اور اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایک حلم والے لڑکے کی بشارت دی۔ چناں چہ فرمایا: فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ۔ (الصافات:۱۰۱)

پس ہم نے ان کو ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی۔

یہ دعا جب آپ نے فرمائی، تو آپ کی عمر ایک روایت کے مطابق چھیاسی برس اور ایک روایت کے مطابق پچاسی برس تھی۔ (بدائع الزھور:۸۸)

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نذر و منّت﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ سے اولاد کے لیے دعا کی تو یہ نذر و منت بھی کی، کہ اگر مجھے لڑکا ہوگا تو اس کو اللہ کے لیے قربان کر دوں گا؛ مگر جب لڑکا پیدا ہوا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی نذر یاد نہ رہی اور وہ اس کی تکمیل نہ کر سکے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے۔ (بدائع الزھور:۸۸)

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کے گھر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ایک حسین وجمیل بچہ تولد ہوا تو اس کا نام اسماعیل رکھا گیا--- یہ لفظ عبرانی زبان کا ہے اور اس کے معنی ہیں ''سمیع اللہ'' عبرانی میں اسماع یا اشماع کے معنی سمیع اور ایل کے معنیٰ ''اللہ'' کے ہوتے ہیں، چوں کہ حضرت اسماعیل اللہ تعالیٰ سے دعا کے نتیجے میں پیدا ہوئے، اس لیے آپ کا نام اسماعیل رکھا گیا---- اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعض مصلحتوں اور حکمتوں کی وجہ سے آپ کو حکم دیا، کہ اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ اور لختِ جگر اسماعیل دونوں کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آئیں، آپ نے اس نازک موقعے پر بھی اللہ کی محبت میں اس حکم کی تعمیل کی اور حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو مکہ لے جا کر چھوڑ آئے اور آپ حسبِ سابق ملکِ شام میں قیام پذیر رہے۔

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب﴾

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ساتھ مکہ مکرمہ کے بے آب وگیاہ میدان میں زندگی بسر کررہے تھے اور بڑھتے بڑھتے اس قابل ہوگئے کہ ہلکے پھلکے کام کرسکیں توحضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک شام میں (جہاں آپ کی سکونت تھی) ایک خواب نظر آیا۔

وہ یہ کہ خواب میں کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ابراہیم! اپنی نذر کو پورا کرو! دیکھو! اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو! یہ خواب ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو سوچنے لگے کہ یہ کیا خواب ہے؟ اور یہ کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے یا شیطان کی طرف سے؟ اسی لیے آٹھ ذی الحجہ کو یوم الترویہ یعنی تفکر وتذبذب کا دن کہا جاتا ہے۔ پھر جب نویں ذی الحجہ کی رات ہوئی، تو پھر وہی خواب نظر آیا جب صبح ہوئی، تو آپ نے سمجھ لیا کہ یہ خواب اللہ کی طرف سے ہی ہے، اسی لیے نویں ذی الحجہ کو یوم عرفہ (جاننے اور پہچاننے کا دن) کہا جاتا ہے۔ پھر دس ذی الحجہ کی رات بھی اسی طرح کا خواب دیکھا اور دس ذی الحجہ کو ارادہ فرمایا کہ اس حکم خداوندی کے موافق اپنے لختِ جگر ونورِ نظر اسماعیل (علیہ السلام) کو اللہ کے لیے ذبح کرکے قربانی پیش کروں۔ اسی لیے دس ذی الحجہ کو ”یوم النحر“ (قربانی کا دن) کہا جاتا ہے۔ (الدر المنثور: ۷/ ۱۱۱، عن ابن عباس، تفسیر القرطبي: ۱۵/ ۱۰۲، روح المعاني: ۲۳/ ۱۲۸)

﴿نبی کا خواب وحی ہوتا ہے﴾

خواب میں آپ کو قربانی کا حکم دیا گیا اور انبیا علیہم الصّلاۃُ والسَّلام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسولوں پر اللہ کی طرف سے وحی بیداری ونیند دونوں حالتوں میں آتی تھی، کیوں کہ انبیا کے قلوب سوتے نہیں اور یہ بات مرفوع حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم معاشر انبیا وہ ہیں کہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں؛ مگر دل نہیں سوتے۔ (القرطبي: ۱۵/ ۱۰۲)

غرض انبیا کرام علیہم الصّلاۃُ والسَّلامُ پر خواب میں بھی وحی آتی ہے؛ اس لیے ان کے خواب حجت شرعیہ ہیں اور اس پر عمل ان کے لیے ایسا ہی ضروری ہے، جیسے حالت بیداری میں آنے والی وحی پر عمل ضروری ہے؛ مگر عام انسانوں کے خواب حجتِ شرعیہ نہیں کیوں کہ ان کے خواب سچے بھی ہو سکتے ہیں اور جھوٹے بھی ہو سکتے ہیں؛ حتّٰی کہ حضراتِ اولیاء اللہ کے خواب بھی شریعت میں حجت کا درجہ نہیں رکھتے۔

﴿خواب کی تعبیر﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں جب یہ دیکھا کہ آپ کو اپنے بچے کی قربانی پیش کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، تو اس کی تعبیر اولاً آپ نے یہ نکالی کہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی پیش کرنا ہے۔ چناں چہ پہلی اور دوسری رات خواب دیکھنے کے بعد آپ نے کچھ اونٹ بھی اللہ کے نام پر قربان فرمائے؛ مگر جب تیسری رات بھی وہی خواب دیکھا، تو سمجھا کہ مراد یہ ہے کہ اپنے اکلوتے اور محبوب لڑکے کو ذبح کر دوں کیوں کہ صرف جانور کی قربانی اس سے مراد ہوتی، تو تیسری رات پھر وہی حکم نہ دیا جاتا جو پہلی دو راتوں میں دیا گیا تھا۔

﴿خواب میں حکم دینے کی حکمت﴾

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم خواب میں کیوں دیا جب کہ بیداری میں بہ ذریعۂ وحی بھی یہ حکم دیا جا سکتا تھا، پھر صاف حکم مل جانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیل حکم میں تذبذب و پریشانی بھی پیش نہ آتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم خواب کے ذریعے دینے میں یہ حکمت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کمال اطاعت اور اللہ تعالیٰ سے کمال محبت کا پوری طرح مظاہرہ ہو، کیوں کہ خواب میں تاویلات کی گنجائش ہوتی ہے اور انسانی نفس عام طور پر ان تاویلات کی آڑ میں تعمیل حکم سے جی چرانے کی کوشش کرتا ہے؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام محض ایک خواب میں حکم پا کر تعمیل حکم

خداوندی کے لیے تیار ہو گئے اور تاویلات کی ہر راہ کو ان کی اطاعت شعاری اور محبت خداوندی نے بند کر دیا اور وہ بلا چوں و چرا اللہ کے لیے اپنے اکلوتے کی قربانی پیش کرنے چل پڑے، اس سے ان کی اطاعت شعاری کا کمال اور محبت خداوندی میں رسوخ کا اندازہ ہوا، اس لیے بہ جائے بیداری کے خواب میں آپ کو حکم دیا گیا۔

دوسری حکمت اس میں یہ ہے کہ خواب میں حکم دینے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کمال آزمائش مقصود ہے، اگر بیداری میں صاف حکم دیا جاتا، تو ایسی آزمائش نہ ہوتی؛ کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صاف حکم پا کر تعمیل حکم کے لیے اقدام فرما ہی دیتے؛ مگر جب ایک بات خواب میں دکھائی جا رہی ہے اور اس میں تاویل کی بھی گنجائش ہے، پھر بھی اصل مقصود و منشا خداوندی کو معلوم کرنا اور اس پر عمل کرنا دراصل ایک بہت ہی کٹھن مرحلہ اور سخت ترین آزمائش ہے اور اس کے باوجود بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس مرحلے میں کامیاب ہونا، ان کے مقامِ عزیمت کی کھلی دلیل اور ان کے بلندئ مقام و عظمت شان کی بین علامت ہے۔

﴿خواب قولی تھا یا فعلی؟﴾

یہاں ایک بحث یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا، وہ قولی تھا یا فعلی؟ اوپر ”روح المعانی“، ”تفسیر قرطبی“ کے حوالے سے خواب کی جو کیفیت مذکور ہوئی اس سے بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں کسی (فرشتے) نے آپ کو یہ حکم دیا کہ اللہ کے نام پر اپنے بیٹے کو ذبح کر دو ،اس سے معلوم ہوا کہ یہ خواب قولی تھا؛ مگر قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو الفاظ مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب فعلی تھا، یعنی آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، چناں چہ آپ نے فرمایا کہ: یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ۔ (الصافات:۱۰۲)

اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواب فعلی تھا؛ مگر دونوں باتوں میں تطبیق ممکن ہے، اس طور پر کہ اولاً آپ کو فرشتہ نے قول کے ذریعہ حکم دیا جیسا کہ روایات میں ہے پھر خواب ہی میں آپ نے اس کی تعمیل فرماتے ہوئے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا عمل کیا، اس طرح دونوں باتیں صحیح ہوگئیں۔

غرض یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب کے ذریعہ حکمِ خداوندی ہوا کہ اپنے لختِ جگر و نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دو، تو آپ اس کی تعمیل و امتثال کے لیے بہ دل و جاں تیار ہوگئے اور کیوں نہ تیار ہوتے جب کہ آپ اللہ کے خلیل و حبیب تھے اور اللہ کی محبت میں ہمہ وقت سرشار و چور رہتے تھے۔

﴿حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ اوران کا جواب﴾

مگر اس سے قبل کہ آپ اس کی تعمیل کے لیے کمر بستہ ہوتے، آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ فرمایا اور اس سلسلے میں ان کی رائے دریافت کی۔

قرآن مجید کہتا ہے: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى۔ (الصافات:۱۰۲)

(جب (اسماعیل) ایسی عمر کو پہنچے کہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ برخوردار! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، سو تم بھی دیکھ لو کہ تمھاری کیا رائے ہے؟

اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جو جواب دیا، وہ واقعی شانِ نبوی کا مظہر اتم اور خانوادۂ نبوت کے پروردہ ہونے کی ایک بین و روشن علامت ہے، نیز آپ کے کمالِ ایمان و عقل کا واضح ثبوت بھی ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جواب کو قرآن نے نقل فرمایا ہے:

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ، سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔

(اسماعیل نے کہا کہ ابّا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ وہ کیجیے۔ان شاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔)(الصافات:۱۰۲)

پہلا نکتہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس مشورے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس جواب میں چند اہم نکات ہیں،جن پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

(۱) پہلی بحث اور پہلا نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس سلسلے میں مشورہ لینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، جب کہ آپ جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہے اور کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام اس کے خلاف رائے دیتے تو آپ اس حکم کی تعمیل نہ کرتے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے صاحب زادے سے مشورہ اس لیے نہیں تھا کہ نعوذ باللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مشورہ پر عمل کیا جائے ،خواہ وہ موافقت میں مشورہ دیں یا مخالفت میں دیں؛ بل کہ یہ مشورہ بہ طور امتحان تھا، کہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایمانی جذبہ اور تعلق مع اللہ کا امتحان لینا چاہتے تھے اور یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ اس سوال پر کیا رائے ظاہر کرتے ہیں،جس سے ان کے ایمان باللہ وتعلق مع اللہ اور محبت للہ ومع اللہ کی نوعیت وکیفیت معلوم ہو جیسے کبھی استاذ وباپ اپنے شاگردوں اور بچوں سے سوالات کر کے ان کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔

اس کی ایک حکمت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے بیان کی ہے، وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحب زادے سے یہ مشورہ اس لیے کیا کہ آپ تفویض وصبر وتسلیم اور اللہ کے حکم کی تعمیل وانقیاد کا ذکر ان کی زبان سے نکلوانا چاہتے تھے۔(الدر منثور:۷/۱۰۹)

اور ایک وجہ وحکمت اس مشورہ کی یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم الٰہی پر عمل کے

لیے پہلے ہی سے تیار کر دیں؛ کیوں کہ اطلاع وخبر کے بغیر اچانک ذبح کرنے کی صورت میں یہ امکان تھا، کہ کہیں بے خبری میں مزاحمت نہ کریں۔لہٰذا بہ صورتِ مشورہ اطلاع دے کر اس حکمِ خداوندی پر عمل کی ترغیب اور اس کے لیے تیار رہنے کی تاکید فرمائی ہے؛ لہٰذا اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں۔

دوسرا نکتہ:

دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہ نہیں بتایا کہ مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں تم کو ذبح کروں، بل کہ صرف خواب کے حوالے سے یہ فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اس میں بہ ظاہر یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف منسوب کر کے پیش فرمانے کی صورت میں خدانخواستہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس میں کچھ پس و پیش کرتے تو حکمِ خداوندی سے صریح اعراض و روگردانی لازم آتی، لہٰذا آپ علیہ السلام نے اس کو حکمِ خداوندی کی صورت سے پیش نہیں کیا، بل کہ اپنے ایک خواب کی حیثیت سے پیش کیا اور رائے دریافت کی؛ تاکہ وہ اس خواب کی تعبیر میں غور کریں؛ مگر چوں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ کے نبی ہونے والے تھے، تو اللہ نے آپ کو توفیق دی کہ وہ خواب کا منشا بھی سمجھ گئے اور ساتھ ساتھ تعمیل کے لیے بھی پوری طرح مستعد و تیار ہو گئے۔

تیسرا نکتہ:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بصیرت و فراست کا اندازہ کیجیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو سن کر فرماتے ہیں {اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ} کہ آپ کو جس کا حکم ہوا ہے وہ کیجیے۔ حالاں کہ حکم ہونے کا کوئی ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہیں فرمایا؛ وجہ یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے چوں کہ خاندان نبوت و خانۂ نبوت میں تربیت پائی تھی؛ اس لیے آپ نے سمجھ لیا کہ نبی کا خواب وحی الٰہی ہوتا ہے، اس لیے خواب کو حکم سے تعبیر فرمایا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی پر جس طرح بیداری میں

اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے، اسی طرح حالت نوم (سونے کے وقت) بھی آتی ہے، کیوں کہ نبی کا قلب سوتے وقت بھی بیدار اور متوجہ الی اللہ ہوتا ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کتاب کی شکل میں جس طرح وحی آتی ہے اسی طرح کتاب سے ہٹ کر بھی وحی ہوتی ہے جس کو حدیث وسنت کہتے ہیں۔

چوتھا نکتہ

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے والد کی بات سن کر یہ فرمایا کہ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کیجیے، تو اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ مجھے آپ ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے، یہ دراصل والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین دلانے کے لیے تھا کہ تعمیل حکم میں، میں بھی آپ کا پورا تعاون کروں گا اور کوئی مزاحمت نہیں کروں گا، پھر اس میں ''ان شاء اللہ'' کا لفظ بڑھا کر مشیت خداوندی پر اعتماد اور اس سے استناد کیا ہے، جو ایک طرف ان کے کمال ایمان واعتماد علی اللہ اور توکل علی اللہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، تو دوسری طرف یہ بتا رہا ہے کہ انھوں نے اپنے نفس پر اعتماد و بھروسہ نہیں کیا، جو ان کے کمالِ اخلاق کا پتہ دے رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان شاء اللہ کہہ کر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بتایا کہ میں صرف اللہ کی توفیق سے اس حکم کی تعمیل میں ثابت قدم رہ سکتا ہوں؛ ورنہ نفس پر کوئی بھروسہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے نفس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے؛ بل کہ ہر دینی ودنیوی معاملے میں صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

پانچواں نکتہ:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس جواب میں ایک اور بات بڑی ہی قابل غور ہے، وہ یہ کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ مجھے ''صبر کرنے والا'' پائیں گے، بل کہ یوں فرمایا کہ ''مجھے آپ صبر کرنے والوں'' میں سے پائیں گے، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ میں اکیلا ہی صبر کرنے والا

نہیں ہوں کہ یہ میری خصوصیت ہو بل کہ صبر کرنے والے تو بہت ہیں، ان ہی میں سے ایک میں بھی ہوں، یہ دراصل آپ کی غایتِ تواضع کی بات ہے۔

مقام عبرت

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس جواب میں جو اہم نکات آپ نے ملاحظہ فرمائے، ان سے آپ کی فہم وبصیرت کا کمال، ایمان ویقین کی پختگی، تعلق ومحبت خداوندی کا رسوخ، اخلاق وآداب کی پاکیزگی کا خوب اندازہ ہوتا ہے؛ مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس وقت یہ جواب آپ نے دیا تھا، آپ کی عمر اس وقت صرف ۱۳ (تیرہ) برس کی تھی۔ (روح المعاني: ۲۳/ ۱۲۸، القرطبي: ۱۵/ ۹۹)

اللہ اکبر! اس چھوٹی سی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ایسا جواب دینا، آپ کی سلامتی طبع کی بین دلیل ہے۔ اس جواب سے ہمیں عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اگر اللہ کا حکم ہمارے سامنے آئے، تو کیا ہم اسی طرح اس کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس طرح کی قربانی پیش کرتے ہیں؟ جانور کی قربانی تو ہم بھی کرتے ہیں؛ مگر جب تک یہ جذبہ اس کے اندر کارفرما نہ ہو، وہ حقیقی معنی میں قربانی کہاں؟!

ذبح کی تیاری اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے رخصتی

اس کے بعد حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کے لیے تیاری فرمائی، ''قصص النبیین'' کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے فرمایا کہ اسماعیل کے سر کو کنگھی کرکے بال اس کے مشک وعنبر سے خوشبودار کردو اور آنکھوں میں سرمہ لگا کر پاکیزہ کپڑے پہنا دو کہ میرے ساتھ دعوت میں جائیں گے، چناں چہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اسی کے موافق تیار کردیا اور فرمایا کہ

اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ضیافت میں جاؤ چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر نکل پڑے، اس روایت میں جو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کو بتایا کہ دعوت میں جانا ہے، یہ کوئی جھوٹ نہیں؛ کیوں کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے ایک دعوت ہی تھی، دعوت صرف کھانے پینے ہی کی نہیں ہوتی، دعوت روحانی بھی ہوتی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ دعوت روحانی تھی۔

شیطان کا بہکاوا اور حضرت ہاجرہ کا جواب

جب حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام گھر سے چلے گئے، تو شیطان کو بڑی فکر لاحق ہوئی اور وہ ان حضرات کے اس نظام و پروگرام کو باطل کرنے کی تدبیر سوچنے لگا، ایک حدیث میں ہے کہ شیطان نے کہا کہ اگر میں نے ان کو اس موقعے پر فتنہ میں نہ ڈالا تو پھر کبھی بھی میں ان کو بہکا نہ سکوں گا۔ (ابن کثیر: ۴/ ۱۵، الدر المنثور: ۷/ ۱۰۸، القرطبي: ۱۵/ ۱۰۵)

اس کے بعد وہ سب سے پہلے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس گیا اور ان کو بہکانے کی کوشش کرنے لگا، شاید یہ خیال کیا ہوگا کہ عورت عقل و دین دونوں میں ناقص و کمزور ہوتی ہے؛ لہٰذا پہلے ان ہی کو فتنے میں ڈالا جائے اور پھر ان کے ذریعے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام پر بھی قبضہ کیا جاسکتا ہے، چناں چہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس انسانی شکل میں آیا اور کہنے لگا۔

''کیا تم کو خبر بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تمھارے بچہ کو کہاں لے گئے ہیں؟''

ایک جگہ ''ابن کثیر'' و ''قرطبی'' و ''درمنثور'' میں جو روایت آئی ہے اس میں اس واقعہ کو اسحاق علیہ السلام کا بتایا گیا ہے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی جگہ حضرت سارہ کا نام ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اور اگر محفوظ ہے، تو اشبہ یہ ہے کہ اسماعیل کی جگہ اسحاق کر کے

تحریف کی گئی ہے ۔اصل حدیث حضرت کعب احبار سے ہے اور غالباً اسرائیلی روایات اس کا ماخذ ہیں اور یہود نے اس میں حسد سے تحریف کر کے اسماعیل کو اسحاق بنا دیا ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا کہ وہ اپنی کسی ضرورت سے لے گئے ہیں، کہنے لگا کہ نہیں وہ تو اپنے بچے کو ذبح کرنے لے گئے ہیں، حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا کہ کیا کوئی باپ اپنے بچے کو ذبح کرتا ہے؟ کہنے لگا کہ ان کے خدا کا ان کو یہی حکم ہے۔حضرت ہاجرہ فرمانے لگیں کہ اگر خدا کا یہ حکم ہے،تو یہ اچھی بات ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے ۔(ابن کثیر: ۴/ ۱۵،قرطبی:۱۵/ ۱۰۵،درمنثور:۷/ ۱۰۸)

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی ایمانی قوت

شیطان نے خیال کیا تھا کہ میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو عورت ذات ہونے کی وجہ سے بہ آسانی بہکالوں گا ،مگر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے ایسا جواب دیا کہ اس کی ساری تدبیر فیل ہوگئی ،حضرت ہاجرہ کو نہیں معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بچے کو کہاں لے گئے ہیں؟ صرف اتنا معلوم تھا کہ دعوت میں گئے ہیں یا کسی حاجت وضرورت سے تشریف لے گئے ہیں جب شیطان نے (جو انسانی شکل میں آیا تھا) بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام تو اپنے بچے کو ذبح کرنے لے گئے ہیں،تو اولاً حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے یہ جواب دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے بچے کو ذبح کردیں کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو قتل کرتا ہے؟ یہ سن کر شیطان لاجواب ہوگیا اور اپنی بات پر یقین دلانے کے لیے ایک ایسی بات اس کی زبان سے نکل گئی ،جس سے اس کی پوری تدبیر وکارروائی اکارت ہوگئی ، شیطان نے کہا کہ ہاں کوئی باپ اپنے بچہ کو ذبح نہیں کرتا؛ مگر ابراہیم علیہ السلام اپنے بچے کو اس لیے ذبح کرنا چاہتے ہیں کہ ان کو اللہ کا یہی حکم ہوا ہے۔شیطان یہ سمجھا کہ جب میں یہ کہوں گا،تو وہ پریشان ہوجائیں گی اور واویلا مچائیں گی، گھر کے

باہر دوڑ پڑیں گی اور ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام کی راہ میں مزاحم بن جائیں گی؛ مگر ہوا یہ کہ حضرت ہاجرہ نے جوں ہی سنا کہ اللہ کے حکم کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بچے کو ذبح کرنے لے گئے ہیں، تو خدا کے نام وہ بھی مر مٹنے کو تیار ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ اگر خدا نے یہ حکم دیا ہے، تو پھر مجھ کو بھی منظور ہے اور بہ زبان حال یوں گویا ہوئیں کہ:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جان ہے زندگی

غرض شیطان مایوس ہو گیا اور دوسری تدبیر سوچنے لگا کہ اس عبادت اور اطاعت سے کس طرح ان کو روکوں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش ناکام

پھر وہ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرف دوڑا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کرنے لگا، کہا کہ آپ اپنے بیٹے کو لیے کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک حاجت اور کام سے جا رہا ہوں، شیطان کہنے لگا کہ نہیں! آپ تو اس کو ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (اسی کی زبان سے حق نکلوانے کے لیے فرمایا کہ) میں کیوں اپنے بچے کو ذبح کروں گا؟ شیطان کہنے لگا کہ اللہ کا آپ کو یہی حکم ہے اس لیے آپ اس کو ذبح کریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ شیطان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک دوست کی شکل میں آیا اور کہا کہ آپ ایک خواب کی بنا پر اپنے بچے کو ذبح کرنے لے جا رہے ہیں، جب کہ خواب کبھی سچا ہوتا ہے، تو کبھی اس میں خطا بھی ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قسم بہ خدا خدا کا حکم ہے، تو مجھ کو تو یہ کرنا ہی چاہیے، اس پر وہ وہاں سے بھی ناکام و نامراد واپس ہوا۔ (الدر المنثور:۷/۱۰۸، الطبری:۱۰/۵۱۱)

روایات میں اس بارے میں اختلاف ملتا ہے کہ شیطان بہکانے کی کوشش میں پہلے حضرت ابراہیم کے پاس گیا یا حضرت اسماعیل کے پاس؟ مگر اس میں کوئی فیصلہ کرنا دشوار ہے۔ اس لیے یہاں ہم نے جو اختیار کیا ہے، وہ کسی فیصلہ کی وجہ سے نہیں ہے۔ بل کہ ایک روایت ہونے کی حیثیت سے ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش

اس کے بعد شیطان، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کرنے لگا، جب یہ حضرات منیٰ کی وادی کے قریب ہوئے تو یہ مردود شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قریب آیا اور کہنے لگا کہ خبر بھی ہے کہ تمھارے والد تم کو کہاں لے جارہے ہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی جناب میں قربانی کرنے کے لیے لے جارہے ہیں، شیطان نے کہا کہ ہاں! مگر وہ کسی جانور کی نہیں بل کہ تمھاری قربانی کرنے کے لیے جارہے ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کام اللہ کے حکم سے کررہے ہیں یا اپنی مرضی سے؟ شیطان اس کے جواب میں یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی مرضی سے کررہے ہیں کیوں کہ اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام ہرگز یقین نہ کرتے بل کہ تردید کردیتے؛ لہٰذا نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو یہ کہنا پڑا کہ یہ کام وہ اللہ کے حکم سے کررہے ہیں اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ذبح کا حکم اللہ کی طرف سے ہے، تو میں کیسے اس کی مخالفت کرسکتا ہوں؟ یہ سن کر شیطان خائب و خاسر لوٹ گیا، ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ اللہ کی خاطر مجھے ذبح کررہے ہیں، تو میں اس پر صبر کروں گا اور اللہ اس کا اہل ہے۔ (بدائع الزہور: ۹۲ و درمنثور: ۷/ ۱۱۰)

اس طرح شیطان کی یہ دوسری تدبیر بھی ناکام ہوگئی اور یہ ظاہر ہوگیا کہ حضرت ابراہیم علیہ

السلام ہی نہیں ؛ بل کہ یہ پورا گھرانہ اور یہاں کا بچہ بچہ عشق خداوندی میں سرشار و چور ہے اور اس کی وجہ سے وہ اپنی جان بھی اللہ کے نام پر قربان کرنے کو تیار ہے۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام کی رمیٔ جمار

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس جگہ شیطان پر کنکریاں ماریں ؛ تا کہ وہ دفع ہو اور ”مسند احمد“ کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح کا حکم دیا گیا تو شیطان سعی کے وقت حاضر ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آگے بڑھا ، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے بڑھ گئے ۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو ”جمرۃ العقبہ“ کی طرف لے گئے ،تو شیطان وہاں بھی ظاہر ہوا ،تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو سات کنکریاں ماریں پس وہ چلا گیا پھر ”جمرۃ الوسطیٰ“ کے پاس ظاہر ہوا ،تو آپ نے پھر سات کنکریاں اس کو ماریں ،تو وہ چلا گیا اور پھر جمرۃ الاخریٰ کے پاس ظاہر ہوا ،تو آپ نے پھر سات کنکریاں پھینکیں اور وہ بھاگ گیا۔ (ابن کثیر: ۴/ ۱۵ القرطبي: ۱۵/ ۱۰۶، الدر المنثور: ۷/ ۱۰۵)

شیطان اللہ کا دشمن ہے۔ اس کو دفع کرنے کے لیے تدبیر، دراصل اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کا تقاضہ ہے؛ اس لیے اللہ کو حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السّلام کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ اس کو حاجیوں کے لیے مشروع کر دیا اور ان حضرات کا یہ عمل قیامت تک کے لیے زندۂ جاوید بنا دیا گیا۔

باپ بیٹے کی گفتگو

غرض شیطان کو دفع کرنے اور اس کی تدبیروں اور سازشوں کو ناکام بنانے کے بعد یہ دونوں مقدس ہستیاں اللہ کے حکم کی تعمیل و تکمیل کے لیے تیاری کرنے لگیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے عرض کیا کہ ذبح سے پہلے میرے ہاتھ پیر مضبوط باندھ دیں، کہ کہیں ذبح کے

بعد میرے تڑپنے سے آپ کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے نہ پڑ جائیں اور میرا منہ زمین کی طرف کردیں؛ تاکہ میری نظر آپ پر اور آپ کی نظر مجھ پر نہ پڑے اور جوش محبت تعمیل حکم خداوندی میں حائل نہ ہوجائے، ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ مجھے اچھی طرح سے باندھ دیں، کہ کہیں آپ کے کپڑوں پر میرے خون کے چھینٹے نہ پڑ جائیں۔(الدرمنثور:۷/ ۱۰۴، الطبری:۱۰/ ۵۰۷)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ اپنے کپڑوں کو مجھ سے بچا کر رکھیں؛ تاکہ ان پر خون نہ لگ جائے اور میری والدہ اس کو دیکھ کر غمگین نہ ہوجائے اور ایک بات یہ عرض کی کہ میری والدہ کو سلام سنا دینا۔(الطبری:۱۰/ ۵۰۷)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ مشورہ دیا تھا، کہ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں؛ مگر ''بدائع الزہور'' میں علامہ محمد بن احمد بن ایاس حنفی نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ پیر باندھنے چاہے، تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ابا جی! میرے ہاتھ پیر رسی سے نہ باندھیں؛ کیوں کہ فرشتے کہیں گے کہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں اس نے جزع فزع کیا چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر ان کے ہاتھ پیر جن کو باندھ دیا تھا کھول دیا۔(بدائع الزہور:۹۲)

ذبح عظیم

جب پوری طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تیار کر دیا، تو ذبح کے لیے ان کو پیشانی کے بل لٹا دیا، جیسا کہ قرآن نے فرمایا ہے: { وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ } (کہ ان کو پیشانی کے بل لٹا دیا) اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ مشورہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دیا تھا، پھر گردن پر چھری چلانے لگے اور پوری قوت وتوانائی اور شدت کے ساتھ آپ نے چھری چلائی؛ مگر حیرت ناک طور پر یہ دیکھا گیا

کہ وہ چھری جو روزانہ بے شمار چیزوں کو کاٹتی اور ذبح کرتی تھی، وہ آج اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں کند ہوگئی ہے- وہ تعمیل ارشاد خداوندی میں بیٹے کو ذبح کرنا چاہتے ہیں اور چھری ہے کہ اس میں رکاوٹ بن رہی ہے- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ چھری تعمیل حکم میں مانع بن رہی ہے، تو آپ کو غصہ آیا اور آپ نے چھری کو زور سے پھینک دیا، اب اللہ تعالیٰ نے چھری کو گویائی عطا فرمائی اور چھری کہنے لگی۔

"اے ابراہیم! میں دو امروں کے درمیان ہوں: ایک طرف خلیل کا حکم ہے کہ میں کاٹوں اور دوسری طرف رب جلیل کا حکم ہے کہ ہرگز نہ کاٹوں اور میں جلیل کا حکم مانوں گی نہ کہ خلیل کا۔" (بدائع الزہور: ۹۲)

اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ کی یہ چاقو پیتل میں تبدیل ہوگئی (غالباً یہ مطلب ہے کہ اس کا استعمال ذبح کے لیے نہیں کیا جاسکتا تھا)۔ (الدر المنثور: ۷/ ۱۱۲)

اسی اثنا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی کی جانب سے یہ آواز دی گئی:

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ (سورۃ الصافات: ۱۰۵)

اے ابراہیم! آپ نے خواب کو سچ کر دکھایا!

کیوں کہ خواب میں یہی دیکھا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اور یہاں بھی وہی ہوا کہ اپنی پوری قوت وطاقت اس کے لیے خرچ کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر بیٹے کو ذبح کر دوں۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے چھری کے اندر سے کاٹنے اور ذبح کرنے کی صلاحیت سلب کر لی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی حالت میں ہیں کہ اللہ کا فرشتہ جبریل آتا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اٹھا کر ان کی جگہ جنت کا ایک مینڈھا رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ اس مینڈھے کو ذبح کر دیجیے۔ قرآن میں اسی کو فرمایا: وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔ (الصافات: ۱۰۷)

ہم نے فدیہ دیا ان کا ذبح عظیم سے۔

متعدد روایات میں ہے کہ یہ مینڈھا، جس کو اللہ نے جنت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں ذبح کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا تھا اور یہ کہ یہ وہ مینڈھا تھا، جس کو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل نے اللہ کے نام قربانی کرتے ہوئے پیش کیا تھا، اللہ نے اس کو جنت میں محفوظ رکھا تھا۔ (الطبري: ۱۰ / ۵۱۶، الدر المنثور: ۷ / ۱۱۳)

تکبیراتِ تشریق کی ابتدا کیسے ہوئی

ایک روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلائی؛ تو آسمان وزمین کے فرشتے بے قرار ہو کر چیخ اٹھے اور پرندوں اور جانوروں میں ہلچل مچ گئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور سب نے اللہ کی جناب میں عرض کیا کہ اے اللہ! اس شیخ پر اور اس بچے پر رحم فرما۔ (بدائع الزہور: ۹۲)

پھر یہ دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان سے نکلا ''اللہُ أکبر اللہُ أکبر'' اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے فرمایا ''لا إلٰہ إلا اللہ واللہُ أکبر'' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ''اللہُ اکبر وللہ الحمد'' یہ تکبیر تشریق ہے، جو ایام تشریق میں سنت قرار پائی اور آج تک باقی ہے۔ (القرطبي ۱۵ / ۱۰۲)

﴿ قربانی کے جانور اور ان کی عمریں ﴾

قربانی کے جانوروں میں درج ذیل عمروں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اونٹ، اونٹنی کی عمر مکمل پانچ سال ہو۔

۲۔ گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر مکمل دو سال ہو۔

۳۔ بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ وغیرہ کی عمر مکمل ایک سال ہو۔

حدیث پاک میں ہے۔ لَا تَذْبَحُوا اِلَّا مُسِنَّةً (مسند احمد)

ترجمہ:تم نہ ذبح کرو مگر مسنّہ۔

احادیث میں جانور کی عمر کے بارے میں تین لفظ ہیں۔

ا۔مُسنّہ (مسند احمد،ص 5068)

۲۔الثّنِیّ (سنن نسائی،ص ۲۰۳)

۳۔الثَنیَّۃ (سنن نسائی،ص ۲۰۳)

اکثر اہل لغت اور فقہا کرام نے اور بالخصوص حنفی فقہاء کرام نے ان تینوں لفظوں سے سن رسیدہ بڑی عمر کا جانور مراد لیا ہے اور یہ رائے قائم فرمائی ہے کہ اونٹ پانچ سال کا، گائے بھینس دو سال کے اور بکرا دنبہ وغیرہ ایک سال کے ہوں تو سن رسیدہ بڑی عمر کے ہوتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر بھیڑ، دنبہ وغیرہ کم از کم چھ ماہ کے ہوں اور اتنے موٹے تازے ہوں کہ وہ سال والوں کے برابر لگتے ہوں تو ان کی قربانی بھی جائز ہے کیونکہ حدیث پاک میں اس کی اجازت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے اور بعض اہل لغت نے مسنّہ کا معنی ''دانت'' اور ثنیہ کا معنی ''دو دانت'' قرار دیا ہے کہ جب جانور کے سامنے کے کچے اور دودھ والے دو دانت ٹوٹنے کے بعد پختہ دو دانت نکل آئیں تو جانور کو مسنہ یا ثنیہ کہا جاتا ہے جس کو آج کی زبان میں ''دوندا'' کہتے ہیں لیکن اکثر فقہاء و اہل لغت نے اس رائے کا اعتبار نہیں کیا بلکہ انکے ہاں اصل اعتبار تو عمر ہی کا ہے اگر عمر کا پورا ہونا یقینی ذرائع سے معلوم ہو جائے تو قربانی جائز ہے، خواہ پختہ ''دو دانت'' نہ بھی نکلے ہوں۔ کیونکہ آب و ہوا، غذا اور نسل کے فرق کی وجہ سے دانتوں کے نکلنے میں عمر کی کمی بیشی کا امکان ہے، اور موجودہ دور کے ماہرین فن کی تحقیق بھی یہی ہے کہ آب و ہوا، غذا اور نسل کے فرق سے پختہ دانت نکلنے میں فرق آسکتا ہے لہذا احتیاط عمر کا اعتبار کرنے ہی میں ہے ہاں البتہ جب کسی جانور کی عمر کا پورا ہونا کسی معتبر ذریعہ سے معلوم نہ ہو تو پھر پختہ دانتوں کو عمر کے پورا ہونے کی علامت قرار دیا جاسکتا ہے۔

نوٹ: جانوروں کی عمر کا حساب چاند کی تاریخ سے ہوگا۔

مسئلہ: اگر جانور کو فروخت کرنے والا پوری عمر بتا تا ہو اور ظاہر حال سے ایک سمجھدار آدمی کو اتنی ہی عمر کا اندازہ ہوتا ہو تو فروخت کرنے والے کی بات پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

﴿قربانی کے جانور کی اجناس﴾

قربانی میں صرف درج ذیل جانوروں کی قربانی جائز ہے۔

ا۔بکرا، بکری، دنبہ اور بھیڑ، چھترا وغیرہ انکی تمام اقسام اس میں شامل ہیں خواہ وہ نر ہوں یا مادہ۔

۲۔اونٹ اور اس کی تمام اقسام خواہ نر ہوں یا مادہ۔

۳۔گائے، بیل اور انکی تمام اقسام مثلاً بھینس، بھینسا وغیرہ خواہ نر ہوں یا مادہ مذکورہ جانور خواہ خصی ہوں یا غیر خصی۔

یاد رہے کہ بھینس گائے ہی کی قسم ہے۔

دلیل نمبر ا۔حضرات فقہا واہل علم کا اجماع ہے کہ بھینس گائے ہی کی قسم ہے۔ **واجمعوا علی اَنَّ حکم الجوامیس حکم البقر**۔ (کتاب الاجماع لابن منذر ص ۳۷)

دلیل نمبر ۲۔امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بھینس گائے ہی کی قسم ہے۔

الجاموس بمنزلة البقر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۶۵)

دلیل نمبر ۳۔امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں بھینس کو گائے میں شمار کیا جائے گا۔

تحسب الجوامیس مع البقر۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴، ص ۲۳)

دلیل نمبر ۴۔امام مالکؒ فرماتے ہیں بھینس گائے ہی ہے۔

انما ھی بقر کلُّھا۔ (مؤطا امام مالک ص ۲۹۴)

دلیل نمبر ۵۔جب گائے بھینس دو سال کی ہو جائیں تو قربانی درست ہے۔

وتصح البقر والجاموس اذابلغ سنتين كاملتين۔ (الفقہ علی المذاھب الاربعہ ص ۷۱۹ ج ۱)

دلیل نمبر ۶۔گائے کی دوقسمیں ہیں ان میں سے ایک بھینس بھی ہے۔

والبقر على قسمين احداهما الجواميس۔ (کتاب الحیوان ص ۱۶۳، ج ۳)

دلیل نمبر ۷۔اہل لغت کی رائے بھی یہی ہے کہ بھینس گائے ہی کی ایک قسم ہے۔

والجاموس نوع من البقر۔ (لسان العرب ص ۶۷۸)

﴿جانوروں کے وہ عیوب جن کی وجہ سے اُن کی قربانی جائز نہیں﴾

بسا اوقات جانور میں کوئی عیب اور نقص پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی قربانی جائز نہیں ہوتی۔فقہاء ومحدثین کرام نے ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے فتاوٰی میں ذکرکردہ جانوروں کے عیوب کی روشنی میں جو اصول مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ عیب جس کی وجہ سے جانور کا جمال وخوبصورتی مکمل زائل ہوجائے یا اس جانور کی منفعت مکمل ختم ہوجائے تو ایسے عیب والے جانور کی قربانی نہ ہوگی۔مذکورہ اصول کی روشنی میں علماء نے جانوروں کے جو چند عیوب ذکرفرمائے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔(قربانی کے مکمل مسائل،ص/77)

۱۔اندھا، کانا،لنگڑا جانور جو اپنے پاؤں پر وزن نہ ڈالتا ہو اسکی قربانی جائز نہیں۔

۲۔مریض، کمزور اور لاغر جانور جو اپنے ذبح ہونے کی جگہ تک اپنے پاؤں پر خود چل کر نہیں جاسکتا اسکی قربانی جائز نہیں۔

۳۔جس جانور کا ایک تہائی کان یا دُم کٹی ہوئی ہو اسکی قربانی جائز نہیں۔

۴۔جس جانور کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

۵۔جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اس کی قربانی جائز نہیں۔

۶۔جس جانور کے دونوں کان یا ایک کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

۷۔چار تھن والے جانور کے دو تھن اور دو تھن والے جانور کا ایک تھن خراب ہو تو اسکی قربانی جائز نہیں۔

نوٹ: تھن خراب ہونے کا مطلب ہے کہ تھن خشک ہو گیا ہو کہ جس سے دودھ نہ اترتا ہو یا تھن مکمل کٹ گیا ہو یا تھن کا نپل کٹ گیا ہو، تھن ایسا زخمی ہو گیا ہو کہ بچے کو دودھ نہ پلا سکے یا تھن ہی نہ ہو۔

۸۔خُنثیٰ جو جانور نر ہو نہ مادہ اس کی قربانی جائز نہیں۔

۹۔جس جانور کی دم پیدائشی طور پر نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

۱۰۔جس جانور کی بینائی تہائی سے زیادہ ختم ہو چکی ہو اسکی قربانی جائز نہیں۔

۱۱۔جو جانور پاگل ہو کہ گھاس چارہ نہ کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

۱۲۔ایسا خارشی جانور جس کی خارش کا اثر گوشت تک پہنچنے کی وجہ سے وہ دبلا اور کمزور ہو گیا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

﴿وہ عیب جو قربانی کے جائز ہونے میں رکاوٹ نہیں﴾

بعض عیب و نقص ایسے ہوتے ہیں جو عیب ہونے کے باوجود قربانی کے جائز ہونے میں رکاوٹ نہیں مثلاً ہر وہ عیب جس کی وجہ سے جانور کی منفعت اور اس کی خوبصورتی باقی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، ہم چند عیوب کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہیں ہیں اسی طرح اس کے سینگ جڑ سے اکھڑے ہوئے بھی نہیں اسکی قربانی جائز ہے۔

۲۔جس جانور کے سینگ کا خول اتر گیا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔

۳۔بھنگی آنکھ والے جانور کی قربانی جائز ہے۔

۴۔جس جانور کا ایک خصیہ ہو اسکی قربانی جائز ہے۔

۵۔جس جانور کو بطور علاج داغ دیا گیا ہو اسکی قربانی جائز ہے۔
۶۔جس جانور کا ذکر کٹا ہوا ہو اور وہ جماع سے عاجز ہو اسکی قربانی جائز ہے۔
۷۔رسولی والے جانور کی قربانی جائز ہے۔
۸۔جو جانور بانجھ ہو یا زیادہ عمر کی وجہ سے بچے نہ جنتا ہو اسکی قربانی جائز ہے۔
۹۔جس جانور کو کھانسی کی بیماری ہو اسکی قربانی جائز ہے۔
۱۰۔جس جانور کا دودھ نہیں اترتا اس کی قربانی جائز ہے۔
۱۱۔جو جانور حاملہ ہو اس کی قربانی جائز ہے (ہاں بہتر نہیں)
۱۲۔اگر کوئی دنبہ پیدائشی طور پر اتنی چھوٹی چکی والا ہو کہ دم کے مشابہ ہو تو اسکی قربانی جائز ہے۔
۱۳۔چھوٹے کانوں والے جانور کی قربانی جائز ہے۔
۱۴۔جس جانور کی بینائی تہائی سے کم ختم ہوئی ہو اور اکثر بینائی موجود ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔
۱۵۔کان، دُم، چکی تیسرے حصہ سے کم کٹی ہو اس کی قربانی جائز ہے۔
۱۶۔جس جانور کے دانت گر گئے ہوں اور وہ آسانی سے چارہ کھا سکتا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔
۱۷۔مجنون جانور جس کا پاگل پن اس کو چارہ کھانے سے مانع (روکتا) نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے۔
۱۸۔خصی جانور کی قربانی جائز ہے حضرت جابرؓ کی حدیث سے ثابت ہے (مشکوۃ ۱۴۶۱)

﴿قربانی کے ایام﴾

قربانی کے صرف 3 دن ہیں 10,11,12 ذوالحجہ یہی مسلک ہے جمہور فقہاء ومحدثین کرام اور امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ وغیرہ کا اور دلائل کے اعتبار سے جمہور کا مسلک راجح ہے لہذا بارہ کی مغرب تک وقت ہے اس کے بعد قربانی جائز نہیں۔

دلیل نمبر 1۔**عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال اضحی یومان بعد یوم الاضحی رواہ مالک وقال بلغنی عن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب مثلہ** (مؤطا امام مالک، حدیث ۱۰۶۸)

ترجمہ: عیدالاضحیٰ کے بعد قربانی کے دو دن ہیں یہی حضرت علیؓ سے منقول ہے۔

دلیل نمبر 2۔ **عن سلمہ بن الاکوع قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم من ضحّی منکم فلا یصبحن بعد ثالثۃ۔** نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو قربانی کرے وہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت نہ رکھے۔ (بخاری ۵۵۶۹)

دلیل نمبر 3۔ **عن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب یقول یوم الاضحی ایھا الناس ان النبی قد نھی ان تأکلو انسککم بعد ثلث۔**

عید کے دن حضرت علیؓ نے فرمایا اے لوگو یقینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں 3 دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا (معانی الاثار ۶۱۲۱، ج ۲)

دلیل نمبر 4۔ **نھیتکم عن لحوم الاضاحی فوق ثلاثۃ ایام فامسکوا ما بدا لکم۔**

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں 3 دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا پس اب تمہیں رکھنے کی اجازت ہے۔ (نسائی ص ۲۸۵، ج۔۱)

ان احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تو صرف 3 ہی ہیں ایک عیدالاضحیٰ کا دن اور دو دن اس کے بعد اسی لئے عید کے تین دن سے زیادہ گوشت رکھنے سے منع کیا تھا بعد میں گوشت رکھنے کی اجازت دے دی گئی مگر قربانی کے تین دن ہی باقی رکھے گئے۔

﴿قربانی کا وقت﴾

جن بستیوں یا شہروں میں نمازِ جمعہ وعیدین جائز ہے وہاں نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں کیونکہ حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف فرمایا کہ اگر کسی نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو اس پر دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے۔ (بخاری ۵۵۶۲، مسلم ۵۰۶۰)

البتہ چھوٹے گاؤں جہاں نماز جمعہ وعیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں، یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، لیکن مستحب یہ ہے کہ وہ سورج طلوع ہونے کے بعد کریں۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کی یہ رائے ہے کہ شہر میں رہنے والا اس وقت تک قربانی نہ کرے جب تک امام نماز نہ پڑھادے ہاں البتہ اہل علم نے بستی میں رہنے والوں کو طلوع فجر کے بعد قربانی کرنے کی اجازت دی ہے عبداللہ ابن مبارکؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ (ترمذی ص ۲۷۷، ج۔۱)

کیونکہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا ان لوگوں کیلئے ممنوع ہے جن پر عید کی نماز واجب ہے یعنی اہل شہر یا اہل قصبہ۔ ایسے ہی اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز عید پہلے دن نہ ہوسکے تو نماز عید کے وقت (زوال کے بعد) قربانی کرنا درست ہے۔

مسئلہ: جس شہر میں کئی جگہ عید کی نماز پڑھی جاتی ہو تو وہاں کسی جگہ بھی نماز عید ہوگئی تو شہر کے بقیہ لوگ قربانی کر سکتے ہیں۔

لیکن بہتر یہ ہے کہ خود عید کی نماز جب کسی امام کی اقتدا میں پڑھ لے تو پھر قربانی کرے۔

مسئلہ: اگر عید کی نماز کے بعد قربانی کر لی پھر بعد میں پتہ چلا کہ عید کی نماز امام کی کسی غلطی کی وجہ سے خراب ہوگئی ہے تو اب دوبارہ قربانی کرنیکی ضرورت نہیں۔ پہلی ہی کافی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی نے صبح جلدی گوشت کھانے کیلئے اپنی قربانی کے جانور کو گاؤں میں بھیج دیا اور قربانی فجر کے فوراً بعد کردی گئی تو جائز ہے کیونکہ قربانی کے جانور کے مقام کا اعتبار ہے نہ کہ اس آدمی کا جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے ہاں البتہ اگر جانور شہر میں ہے تو عید کی نماز کے بعد ہی اس کی قربانی کرنا صحیح ہوگا عید کی نماز سے پہلے نہیں۔

اگر کوئی آدمی دوسرے شہر یا ملک میں اپنی قربانی کروائے تو قربانی کا جانور ذبح کرنے والے اس بات کا لحاظ بھی رکھیں کہ جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس کے ملک میں بھی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر ہو چکی ہو، اسی طرح جہاں قربانی ہو رہی ہے اگر وہ شہر ہے تو وہاں کسی جگہ پر عید ہو چکی

ہواور وہاں بھی قربانی کا وقت ہو یعنی بارہ ذی الحجہ کی مغرب تک ہوسکتی ہے اسی میں احتیاط ہے۔

نوٹ: قربانی رات کو بھی کی جاسکتی ہے بشرطیکہ روشنی ہو ورنہ احتیاط بہتر ہے۔

﴿ذبح کا مسنون طریقہ﴾

ا۔قربانی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی جانور کو قبلہ کی طرف منہ کر کے لٹائے پھر یہ دعا پڑھے۔

اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَاشَرِيْكَ لَهُ۔۔۔وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاَنَامِنَ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ (ابوداؤد ۲۷۹۵)

'بِسْمِ اللهِ اللهُ اَكْبَر' کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِيْلِكَ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اور اگر کسی اور کی طرف سے ذبح کرے تو ''مِنِّی'' کی جگہ ''من فلان'' کہے اور فلاں کی جگہ اس کا نام لے مثلاً 'مِنّی' کی جگہ من عبدالرحمان کہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاہی وسفیدی مائل رنگ کے دو سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی۔اپنے دستِ مبارک سے ان کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت 'بِسْمِ اللهِ اللهُ اَكْبَر' پڑھا، میں نے دیکھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا پاؤں (مبارک) انکے پہلو میں رکھے ہوئے تھے اور زبان مبارک سے 'بِسْمِ اللهِ اللهُ اَكْبَر' کہتے جاتے تھے (بخاری، مسلم)

نوٹ: جانور کا قبلہ رخ ہونا مستحب ہے اگر کوئی مشکل پیش آرہی ہو تو پھر جس طرف بھی رخ ہو ذبح کر دیا جائے۔

﴿تکبیراتِ تشریق﴾

تکبیراتِ تشریق ہر فرض نماز کے بعد ہر مسلمان، مرد، عورت، شہری، دیہاتی، مقیم و مسافر، حاجی

وغیر حاجی پر ایک بار پڑھنا واجب ہیں خواہ تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ (امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ) اور ایک بار سے زیادہ پڑھنا خلاف سنت ہے، احتیاطاً عید الاضحیٰ کے بعد اور ان ایام میں پڑھی جانے والی قضاء نماز کے بعد بھی پڑھنی چاہئیں۔ اگر فرض نماز کے بعد چھوٹ گئی تو پھر ان کی قضاء نہیں البتہ توبہ کرنے سے چھوڑنے کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ تکبیر تشریق یہ ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہٰ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۵۶۹۳)

وقت: تکبیرات کی ابتداء نویں ذی الحجہ (عرفہ) کے روز فجر کی نماز کے بعد سے ہوتی ہے اور انکا اختتام ایام تشریق کے آخری دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ کو عصر کی نماز کے بعد ہو جاتا ہے (جن فرض نمازوں کے بعد تکبیر تشریق کہی جائے گی ان کی تعداد ۲۳ بنتی ہے)۔ لہٰذا۔ سلام پھیرنے کے فوراً بعد تکبیراتِ تشریق ادا کرنی چاہئیں۔

﴿عیدین کی نماز کا سنت وقت﴾

جب سورج ایک نیزہ (3 گز/ 9 فٹ) بلند ہو جائے تو اشراق یعنی عید الاضحیٰ کا سنت وقت ہے اور جب سورج 2 نیزے (6 گز/ 18 فٹ) بلند ہو جائے تو عید الفطر کا مسنون وقت ہے۔

۱۔ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کی نماز ہم لوگوں کو ایسے وقت پڑھاتے تھے کہ آفتاب بقدر دو نیزے کے بلند ہوتا تھا اور عید الاضحیٰ کی نماز ایسے وقت پڑھاتے تھے کہ آفتاب بقدر ایک نیزہ کے بلند ہوتا تھا۔ (معارف الحدیث بحوالہ تلخیص الجیر، ص ۲۴۲، حصہ سوم)

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح صبح عید گاہ تشریف لے جاتے تھے (بخاری ۹۷۳، کتاب یوم الجمعہ)

۳۔ یہی عمل حضرات صحابہ کرامؓ کا تھا کہ نماز فجر کے سلام کے فوراً بعد عید گاہ تشریف لے جاتے تاکہ جلدی پہنچ کر منبر کے قریب بیٹھیں (احکام العید للفریابی حدیث ۲۸، ص ۱۰۴، احکام قربانی ادارہ غفران)

۴۔ عبداللہ ابن عمرؓ کبھی نماز کے فوراً بعد کبھی نماز کے بعد غسل کر کے فوراً عید گاہ تشریف لے جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۵۶۵۳، موطا امام محمد)

یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن بسرؓ نے عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے موقع پر امام کے تاخیر سے آنے پر مذمت کی اور فرمایا کہ اس وقت تک تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز عید پڑھ کر فارغ ہوجایا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ نوافل (چاشت کا) وقت تھا۔ اس سے معلوم ہوا عیدین کا اول وقت یعنی اشراق کے وقت میں پڑھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

ہمارے زمانے میں بہت سے مقامات پر عیدین کی نماز بہت تاخیر سے پڑھی جاتی ہے، یہ بلاشبہ خلاف سنت ہے۔ (معارف الحدیث حوالہ بالا)

﴿عیدین کی نماز کی نیت﴾

عیدین کی نماز کی نیت دل میں اس طرح فرمائیں۔ دو رکعت نماز عید الفطر یا عیدالاضحیٰ واجب مع چھ زائد تکبیروں کے پیچھے اس امام کے 'اللہ اکبر'۔ دل کے ساتھ زبان سے بھی کہہ لیں تو بہتر ہوگا۔

﴿عیدین کی نماز کا طریقہ﴾

عیدین کی نماز کی نیت کر لینے کے بعد امام تکبیر تحریمہ کہے اور مقتدی بھی امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہیں اور عام نمازوں کی طرح امام و مقتدی دونوں زیرِ ناف ہاتھ باندھ لیں اس کے بعد امام و مقتدی دونوں ثناء پڑھیں پھر امام زائد تکبیروں میں سے پہلی تکبیر کہے اور مقتدی بھی امام کے ساتھ تکبیر کہیں اور ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں پھر امام و مقتدی دوسری تکبیر کہیں اور ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں پھر امام و مقتدی تیسری تکبیر کہیں اور ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور باندھ لیں پھر امام آہستہ آواز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے پھر فاتحہ اور کوئی سورت، مستحب ہے کہ 'سبح اسم ربک الاعلیٰ' پڑھے پھر رکوع، سجدہ عام نمازوں کی طرح کر کے امام و مقتدی پہلی رکعت کو پورا کر لیں اور پھر دوسری رکعت شروع کریں اب امام پہلے قرأت، فاتحہ و سورت پڑھے مستحب ہے کہ 'ھل اتاک

حدیث الغاشیہ' پڑھے قرأت مکمل کر لینے کے بعد امام تکبیر (زائد) کہے مقتدی بھی امام کے ساتھ تکبیر کہیں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں پھر دوسری مرتبہ امام ومقتدی تکبیر کہیں اور ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں پھر تیسری مرتبہ تکبیر کہیں اور ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں پھر چوتھی مرتبہ تکبیر کہیں اور رکوع میں تشریف لے جائیں اور بقیہ نماز حسب دستور پوری فرمالیں۔

نوٹ: یادرہے کہ پہلی رکعت میں دومرتبہ ہاتھ چھوڑنے ہیں اور دوسری میں تین مرتبہ چھوڑنے ہیں۔

﴿ذبح کرتے وقت جانور کو بے جا تکلیف دینے کی ممانعت﴾

اس بات کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے کہ جانور کے ساتھ نرمی اور رحمدلی کا معاملہ کیا جائے اور اس کو کسی بھی معاملے میں بے جا اضافی تکلیف نہ دی جائے، اس لیے ہر اس عمل سے اجتناب کیا جائے کہ جو جانور کے لیے بے جا اضافی تکلیف کا باعث ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ذبیحہ کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث:7913)

1: جانور کو ذبح کی جگہ لے جاتے ہوئے حتی الامکان نرمی اور آہستگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، بلا ضرورت گھسیٹ کر لے جانا ممنوع ہے کیوں کہ بے جا تکلیف کا باعث ہے۔

2: جانور کو ذبح کے لیے لٹاتے ہوئے بھی حتی الامکان نرمی اور آہستگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

3: جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیوں کہ تکلیف کا باعث ہے، البتہ اگر کوئی عذر ہو تو اس صورت میں اس میں کوئی حرج نہیں۔

4: کند چھری سے ذبح کرنا ممنوع ہے کیوں کہ اضافی تکلیف کا باعث ہے، اس لیے ذبح کرنے کے لیے چھری اچھی طرح تیز کر لینی چاہیے۔

5: جانور کے سامنے چھری تیز کرنا یا جانور کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا بھی ممنوع ہیں، صحیح

طریقہ یہی ہے کہ جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی جانور سے چھپا کر چھری اچھی طرح تیز کر لی جائے۔ (فتاوی عالمگیری، بدائع الصنائع، ردالمحتار)

﴿اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کی فضیلت﴾

افضل یہ ہے کہ قربانی کرنے والا شخص خود ہی ذبح کرے لیکن اگر کوئی اور شخص اس کی اجازت سے ذبح کر لے تو بھی جائز ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جواہر الفقہ، فتاوی رحیمیہ، اعلاء السنن،)

﴿ذبح کے وقت شُرکاء کی موجودگی کا حکم﴾

ذبح کے وقت تمام شُرکاء کا موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ سب کی طرف سے اجازت ہی کافی ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ ذبح کے وقت موجود رہا جائے۔

(فتاوی محمودیہ، بہشتی زیور، فتاوی رحیمیہ، تکملۃ فتح الملہم، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

﴿ذبح کرتے وقت بسم اللہ بھول جانے کا حکم﴾

اگر ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت بسم اللہ بھول گیا تو تب بھی ذبح حلال ہے لیکن جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا تو جانور حرام ہو جائے گا۔ (البحر الرائق، ردالمحتار، فتاوی عالمگیری، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ)

﴿ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا کس کے ذمے ہے؟﴾

ذبح کرتے وقت صرف ذبح کرنے والے کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اسی طرح اگر چھری چلانے والے افراد ایک سے زائد ہوں تو ان سب کے ذمے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، باقی جن حضرات نے جانور پکڑ رکھا ہو تو ان کے ذمے بسم اللہ اور تکبیر کہنا ضروری نہیں۔ (امداد الفتاوی، امداد الاحکام)

﴿گوشت تقسیم کرنے کے احکام﴾

1: قربانی کے بڑے جانور میں ایک سے زائد شُرکاء ہوں اور وہ باہمی گوشت تقسیم کرنا چاہیں تو

اندازے سے گوشت تقسیم کرنا جائز نہیں، بلکہ محتاط طریقے سے وزن کر کے ہی تقسیم کیا جائے تاکہ سب کو برابر حصہ پہنچے، البتہ اگر ہر حصے میں کچھ کلیجی، کچھ سری پائے اور کھال رکھ دیے جائیں تو ایسی صورت میں پھر باہمی رضامندی سے اندازے سے بھی تقسیم کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر قربانی میں شریک افراد ایک ہی جگہ رہتے ہوں اور ان کا کھانا پینا مشترک ہو اور وہ گوشت تقسیم نہ کرنا چاہیں تو بھی جائز ہے۔

(فتاوی قاضی خان، ردالمحتار، فتاوی محمودیہ، احسن الفتاوی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

2: قربانی کرنے والا اگر اپنے حصے کا سارا کا سارا گوشت خود ہی رکھنا چاہے تب بھی جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کیے جائیں: ایک حصہ اپنے گھر کے لیے رکھے، ایک حصہ رشتہ داروں کے لیے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرے۔

(فتاوی عالمگیریہ، البحر الرائق، ردالمحتار، جواہر الفقہ، فتاوی محمودیہ، تکملۃ فتح الملہم)

3: قربانی کا گوشت امیر، غریب، سید، مسلم، غیر مسلم سب کو دینا جائز ہے۔

(فتاوی عالمگیری، محمودیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

4: قربانی کا گوشت رقم کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کرلیا تو اس رقم کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (البحر الرائق، ردالمحتار، فتاوی محمودیہ، احسن الفتاوی)

5: قربانی کا گوشت اجرت اور تنخواہ کے طور پر دینا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ امام، مؤذن اور معلم کو تنخواہ اور قصائی کو اجرت کے طور پر گوشت دینا جائز نہیں۔ (فتاوی قاضی خان، ردالمحتار، جواہر الفقہ، امداد الفتاوی، امداد الاحکام)

﴿قربانی کی کھال فروخت کرنے کا حکم﴾

1: قربانی کی کھال کو کسی ایسی چیز کے عوض فروخت کرنا بھی جائز ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو جیسے: اس کے عوض کتب خریدی جائیں، فرنیچر خریدا جائے، جوتے خریدے جائیں وغیرہ۔ (الاختیار، بدائع، اعلاء السنن، جواہر الفقہ، احسن الفتاوی)

2: قربانی کی کھال کو رقم کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے فروخت کرلی تو اس رقم کو

صدقہ کرنا واجب ہے۔البتہ اگر کوئی شخص رقم صدقہ کرنے کی نیت سے کھال فروخت کرے تو یہ جائز ہے،اوراس صورت میں بھی رقم صدقہ کرنا واجب ہے۔

﴿قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف﴾

یہ بات واضح رہے کہ قربانی کرنے والا شخص اگر قربانی کی کھال رقم کے عوض فروخت کردے تو اس رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے، اس لیے جہاں زکوۃ دینا جائز نہیں وہاں یہ رقم دینا بھی جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ رقم ہسپتال، پارک، کنویں، مسجد، مدرسے، پُل یا کسی رفاہی ادارے کی تعمیر میں صَرف کرنا جائز نہیں۔اسی طرح وہ رفاہی ادارے جو مستحقین کو یہ رقم مالکانہ طور پر نہ دیتے ہوں تو ان کو بھی یہ رقم دینا جائز نہیں۔(قربانی شریعت کے مطابق کیجیے،ص/37)

قربانی سے متعلق ایک حدیث شریف اوراس سے ثابت ہونے والے فوائد

صحیح بخاری میں ہے: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُحَدِّثُونَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ دِينَارًا يَشْتَرِي لَهُ بِهِ شَاةً فَاشْتَرَى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ وَشَاةٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ وَكَانَ لَوْ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيهِ۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ کو ایک دینار عطا فرمایا تاکہ وہ اس کے بدلے ایک بکری خرید کر لائے،تو حضرت عروہ نے اس ایک دینار کے بدلے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک بکری ایک دینار کے عوض فروخت کردی، چنانچہ وہ ایک بکری اور ایک دینار لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے،تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی ، اور (اسی دعا کا اثر تھا کہ) وہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی ان کو نفع حاصل ہوجاتا۔(جیسا کہ ہمارے ہاں محاورہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مٹی بھی سونا بن جاتی ہے۔)

یہی واقعہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی منقول ہے، جس کے آخر میں یہ بات مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دینار کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ؛ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بَعَثَهُ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَّةً بِدِينَارٍ، فَاشْتَرَاهَا، ثُمَّ بَاعَهَا بِدِينَارَيْنِ، فَاشْتَرَى شَاةً بِدِينَارٍ، وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ، فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالْبَرَكَةِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِالدِّينَارِ۔

﴿قربانی کا تفصیلی نصاب﴾

بنیادی طور پر قربانی پانچ چیزوں پر واجب ہوتی ہے:

1۔سونا۔

2۔چاندی۔

3۔سامانِ تجارت۔

4۔رقم۔

5۔ضرورت سے زائد سامان۔

ان پانچ چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل صورتوں میں قربانی واجب ہوتی ہے:

1: جس شخص کے پاس صرف سونا ہو، مذکورہ بالا باقی چار چیزوں میں سے کچھ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ (یعنی 84.87 گرام) سونا ہے، جو سونا اس سے کم ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔

2: جس شخص کے پاس ان پانچ چیزوں میں سے صرف چاندی، یا صرف سامانِ تجارت، یا صرف رقم ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک کا نصاب ساڑھے باون تولہ (یعنی 36.612

گرام) چاندی ہے۔ جو چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو، اسی طرح جو سامانِ تجارت یا رقم ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہوتو اس پر قربانی واجب نہیں۔

3: جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان ہوتو اس پر قربانی واجب ہے۔

4: جس شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، لیکن ساتھ ساتھ اس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ سامانِ تجارت یا کچھ رقم بھی ہوتو اس صورت میں اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو ان پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

5: کسی شخص کے پاس یہ پانچوں چیزیں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم اور ضرورت سے زائد سامان) ہوں یا ان میں سے بعض ہوں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے نصاب تک نہیں پہنچتی ہوتو اس صورت میں ان کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کا حساب لگایا جائے گا، اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو اس شخص پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

6: جس شخص کے پاس کچھ سونا یا کچھ رقم ہو اور ساتھ میں ضرورت سے زائد سامان بھی ہو اور ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہوتو اس پر قربانی واجب ہے۔

(جواہر الفقہ ،قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

﴿ایک غلط فہمی کا ازالہ﴾

شریعت کا حکم یہ ہے کہ گھر کے افراد میں سے جو جو افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ہر ایک کے ذمے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہے، گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے ہرگز کافی نہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی قربانی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بھی فرمایا کرتے تھے، تو واضح رہے کہ اس حدیث کا

مطلب یہ ہے کہ قربانی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب سے ہوا کرتی تھی البتہ اس کے ثواب میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک فرمالیا کرتے تھے کہ ان کو بھی ایصال ثواب کردیا کرتے۔ ملاحظہ فرمائیں: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ اور یہ مطلب مراد لینے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے تو ظاہر ہے کہ امت کی طرف سے قربانی کرنے کا مقصد سوائے ثواب پہنچانے کے اور کیا ہوسکتا ہے، تو اسی طرح ازواج مطہرات کی جانب سے کی جانے والی قربانی کا مقصد بھی یہی ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: »اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلَى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَه، وَبِذَلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِه، بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ« ثُمَّ ذَبَحَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُو دَاودَ وابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَأَبِيْ دَاودَ وَالتِّرْمِذِيِّ: ذَبَحَ بِيَدِه وَقَالَ: »بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کے دن (یعنی قربانی کے دن) دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور مذکورہ بالا دعا پڑھی۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کیا۔

(مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

نیز مسند احمد، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دونوں دنبے) اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اور یوں فرمایا کہ: بسم اللہ واللہ اکبر، اے

اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ (مشکوۃ المصابیح)

﴿قربانی کرنے والے شخص کے لیے بال اور ناخن کاٹنے کا حکم﴾

قربانی کرنے والے شخص کے لیے ذوالحجہ کا چاند نظر آ جانے کے بعد سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے، لیکن اگر کوئی شخص کاٹنا چاہے تو بھی جائز ہے، گناہ نہیں۔ البتہ اگر قربانی کرنے سے پہلے ناخنوں اور زیرِ ناف اور بغل کے بالوں کے چالیس دن پورے ہو چکے ہوں تو ایسی صورت میں ان زائد بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا ضروری ہے۔

(صحیح مسلم رقم:1977و258، ردالمحتار، احسن الفتاوی، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

قربانی کے جانوروں میں کم از کم دو دانت ہونے کی شرعی حیثیت

مذکورہ بالا جانور جب اپنی ان مطلوبہ عمروں کو پہنچ جاتے ہیں تو عموماً ان کے دو دانت نکل آتے ہیں، جو کہ اس بات کی علامت ہوا کرتے ہیں کہ جانور کی مطلوبہ عمر پوری ہو چکی ہے، لیکن اس میں یہ بات یاد رہے کہ اصل اعتبار عمر کا ہے نہ کہ دانتوں کا، اگر کسی جانور کی عمر پوری ہو چکی ہو لیکن اس کے دو دانت ابھی تک نہیں نکلے ہوں تو ایسے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ اگر کسی جانور کے دانت پورے نہ ہوں لیکن بیوپاری کا کہنا ہو کہ عمر پوری ہو چکی ہے اگرچہ دانت نہیں نکلے ہیں اور جانور کی ظاہری حالت بھی یہی بتلا رہی ہو کہ عمر پوری ہو چکی ہے تو ایسی صورت میں بیوپاری کی بات پر اعتماد کرنا درست ہے، البتہ ایسے امور میں کسی ماہر کی رائے لے لی جائے تا کہ شبہ نہ رہے۔

(جواہر الفقہ، فتاوی رحیمیہ، ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام، جواہر الفقہ)

﴿کیا قربانی کے شرکاء کا طاق ہونا ضروری ہے؟﴾

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کے جانور میں صرف طاق یعنی ایک، تین، پانچ یا سات

افراد ہی شریک ہو سکتے ہیں، جفت افراد نہیں، حالاں کہ یہ واضح غلطی ہے، کیوں کہ اوپر مذکور مسئلے سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ قربانی کے جانور میں جفت یعنی دو، چار یا چھ افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ (قربانی شریعت کے مطابق کیجیے، ص/13)

﴿ایام قربانی میں قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں﴾

قربانی کے ایام میں دیگر عبادات کے مقابلہ میں قربانی کا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے، چناں چہ ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ فَاِنَّهُ لَتَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ فَرْشِهٖ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۶، ترمذی شریف: ۱۴۹۳، الترغیب والترہیب مکمل ۲۵۵)

قربانی کے دن میں کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور یہ قربانی کا جانور قیامت کے میدان میں اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی میں بہایا جانے والا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے؛ لہٰذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

﴿کون سے دن قربانی افضل ہے؟﴾

۱۰/ذی الحجہ کو قربانی کرنا سب سے افضل ہے، اس کے بعد ۱۱/اور ۱۲/ذی الحجہ کا درجہ ہے۔

یوم النحر الیٰ آخر ایامه وهی ثلاثة افضلها اولها ثم الثانی ثم الثالث۔ (درمختار مع الشامی کراچی ۶/۳۱۶، زکریا ۹/۴۵۸، تاتارخانیة زکریا ۱۷/۴۱۶، مجمع الانہر ۴/۱۷۰، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۲)

﴿امام نے بلا طہارت نماز عید پڑھا دی تو قربانی کا کیا حکم ہے؟﴾

اگر امام نے بھولے سے بلا وضو نماز عید پڑھا دی پھر عید گاہ میں مجمع منتشر ہونے کے بعد

اسے یاد آیا تو دوبارہ نماز عید کا حکم نہیں ہے؛ لیکن اگر مجمع منتشر ہونے سے قبل یاد آ گیا تو عید کی نماز دہرائی جائے گی، تاہم اگر کوئی شخص ایسی صورت میں نماز دہرانے سے قبل قربانی کردے تو استحساناً اس کی قربانی درست مانی جائے گی۔ **تبین أن الإمام صلی بغیر طهارة تعاد الصلاة دون الاضحیة لأن من العلماء من قال: لا یعید الصلاة إلا الإمام وحده فکان للاجتهاد فیه مساغاً۔ وفی المجتبی: إنما تعاد قبل التفرق لا بعده۔ (درمختار) هٰذا تقیید لإطلاق المتن وهو وجیه لما فی الإعادة بعد التفرق من المشقة۔** (شامی بیروت ۹/ ۳۸۷، زکریا ۹/ ۴۶۱، ہندیہ ۵/ ۲۹۵، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۱۲، البحر الرائق زکریا ۹/ ۳۲۲، جامع الفتاویٰ ۴/ ۳۷۶)

اگر شہر میں ۱۰/ ذی الحجہ کو نماز عید نہ پڑھی جائے تو قربانی کب کرے؟

اگر کسی عذر کی وجہ سے ۱۰/ ذی الحجہ کو نماز عید الاضحیٰ نہ پڑھی جا سکے تو نمازِ عید کا وقت گذرنے یعنی زوال ہوجانے کے بعد قربانی کرنا درست ہے، اور زوال سے پہلے قربانی درست نہ ہوگی۔ وبعد مضیٰ وقتها لولم یصلو لعذر (درمختار) ووقت الصلاة من الارتفاع إلی الزوال۔

(درمختار مع الشامی بیروت ۹/ ۳۸۶، زکریا ۹/ ۴۶۱، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۱۳، البحر الرائق زکریا ۹/ ۳۲۲، ہندیہ ۵/ ۲۹۵، جامع الفتاویٰ ۴/ ۳۷۵، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۰)

﴿کم قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی﴾

سستی قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی کرانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یاد رہے کہ مالی عبادات میں جتنا زیادہ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ **سبعة من الرجال اشتروا بقرة بخمسین درهماً للأضحیة، وسبعة آخرون اشتروا سبع شیاه بمائة درهم، تکلموا أن الأفضل هو الأول أو الثانی؟ والمختار أن الأفضل هو الثانی۔**

(ہندیہ ۵/ ۲۹۹، خانیہ ۳/ ۳۴۹، شامی زکریا ۹/ ۴۶۶، کراچی ۶/ ۳۲۲، الفتاویٰ الولوالجیہ ۳/ ۸۱، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۳۵۵، کتاب الفتاویٰ ۴/ ۱۳۹، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۱۹، مسائل قربانی وعقیقہ ۲۲)

﴿دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدنا﴾

آج کل بعض لوگ محض ناموری اور دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدتے ہیں اور پھر اس کا خوب چرچا کر کے خوش ہوتے ہیں، تو اس ریا کاری کے ساتھ ثواب کی امید رکھنا محض فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے، ریا کاری کا جانور کتنا ہی قیمتی ہو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ **قال تعالیٰ: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔** (الحج: ۳۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۲۷)

﴿مال دار کی قربانی کا جانور گم ہوگیا﴾

جس صاحبِ استطاعت شخص پر قربانی واجب ہو اور اس نے جو جانور قربانی کی نیت سے رکھا ہو وہ قربانی سے پہلے گم ہو جائے تو اس پر اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی لازم ہوگی۔

ان المنذورة لو هلكت او ضاعت تسقط التضحية بسبب النذر غير انه ان كان موسراً تلزمه اخرى بايجاب الشرع ابتداءً۔ (شامی زکریا ۹/ ۴۷۱، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۱۱، مجمع الانہر بیروت ۴/ ۱۷۳، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۱۶، ہندیہ ۵/ ۲۹۹)

﴿فقیر شخص کی قربانی کا جانور گم ہوگیا﴾

اگر ایسے شخص نے جس پر قربانی واجب نہ تھی کوئی جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا تھا، پھر وہ قربانی سے قبل گم ہوگیا تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی لازم نہیں ہے۔ **لو اشترىٰ شاة للاضحية وهو معسر . . . ثم ضلت فلا شيء عليه ولا يجب عليه شيء آخر۔** (بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۰۰، ہندیہ ۵/ ۲۹۹، تاتارخانیہ زکریا ۱۷/ ۴۱۳، تبیین الحقائق زکریا ۶/ ۴۸۲، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۱۲)

﴿گم شدہ جانور بعد میں مل گیا﴾

اگر گم شدہ جانور بعد میں مل جائے تو اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) اگر مال دار کا گم شدہ جانور ملا ہے تو اس پر خاص اسی جانور کی قربانی لازم نہیں ہے؛ بلکہ کسی بھی ایک جانور کی قربانی حسبِ وجوب کرسکتا ہے۔ **ولو ضلت او سرقت فشری اخریٰ فظهرت فعلی الغنی احداهما**۔ (درمختار زکریا ۹/۴۷۱، ہندیہ ۵/۲۹۴، تاتارخانیہ زکریا ۱۷/۴۱۳، بدائع الصنائع زکریا ۴/۱۹۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/۱۹۳)

(۲) فقیر شخص کا گم شدہ جانور مل گیا اور اس نے ابھی مزید کوئی جانور قربانی کی نیت سے نہیں خریدا تھا تو اس پر صرف حاصل شدہ جانور کی قربانی کرنا لازم ہے۔

(۳) اور اگر گم شدہ کے ملنے سے قبل فقیر کوئی اور جانور قربانی کے مقصد سے خرید چکا تھا بعد میں گم شدہ بھی دستیاب ہوگیا تو اب اس پر نئے خرید کردہ اور حاصل شدہ دونوں جانوروں کی قربانی لازم ہوگی۔ **ولو کان معسراً فاشتریٰ شاۃ واوجبها ثم وجد الاولیٰ قالوا علیه ان یضحی بهما**۔ (ہندیہ ۵/۲۹۴، تاتارخانیہ زکریا ۱۷/۴۱۳، درمختار زکریا ۹/۴۷۱، کراچی ۶/۳۲۶، الدر المنتقی ۴/۱۷۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/۱۹۳، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/۳۱۶)

﴿اہلِ خانہ اور اولاد کی طرف سے بلا اجازت قربانی﴾

اگر باپ کا معمول ہے کہ وہ ہر سال اپنے اہل خانہ اور چھوٹے بڑے بچوں کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو استحساناً سب کی طرف سے قربانی درست ہے، خواہ اہل خانہ نے باقاعدہ اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ **لو ضحی عن اولاده الکبار وزوجته لایجوز الا باذنهم، وعن الثانی انه یجوز استحساناً بلا اذنهم ... ولعله ذهب الی ان العادة اذا جرت من الاب فی کل سنة صار کالاذن منهم**۔ (شامی زکریا ۹/۴۵۷، کراچی ۶/۳۱۵، تاتارخانیہ زکریا ۱۷/۴۴۴، المحیط البرہانی ۸/۴۷۳، بزازیہ ۶/۲۹۵، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۶، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۷)

﴿قربانی کرنے والا قربانی سے قبل وفات پا گیا؟﴾

جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر وہ ایام قربانی کے اندر ہی وفات پا جائے اور ابھی اس نے قربانی نہ کی ہو تو اس سے قربانی کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اس پر قربانی کی وصیت لازم نہ ہوگی۔ **لو کان موسراً فی ایام النحر فلم یضح حتی مات قبل مضی ایام النحر سقطت عنه الاضحية حتى لا يجب عليه الايصاء۔** (ہندیۃ ۵/ ۲۹۳-۲۹۷، خانیۃ ۳/ ۳۴۷، المحیط البرہانی ۸/ ۴۵۷، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۰۳، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۰)

﴿حضور کی طرف سے قربانی﴾

اگر کوئی شخص اپنی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ یہ سعادت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ **وختم ابن السراج عنه صلى الله عليه وسلم اكثر من عشرة آلاف ختمة، وضحى عنه مثل ذلك... وقول علمائنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره، يدخل فيه النبي صلى الله عليه وسلم فانه احق بذلك۔** (شامی زکریا ۳/ ۱۵۳، کراچی ۲/ ۲۴۴، اعلاء السنن ۱۷/ ۲۷۲، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۳۳۲، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۳۲)

﴿قربانی کی قضا﴾

اگر وقت پر قربانی نہ کی جاسکی ہو اور جانور پہلے سے موجود ہو تو وقت گذرنے کے بعد اسی جانور کو زندہ صدقہ کرنا ضروری ہے، اور اگر جانور موجود نہ ہو تو پورے جانور کی قیمت کا صدقہ لازم ہے۔ **ومنها انها تقضى اذا فاتت عن وقتها، ثم قضائها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة۔** (ہندیۃ ۵/ ۲۹۴، المحیط البرہانی ۸/ ۴۶۴)

اما اذا اشترى فهو مخير بين التصدق بالقيمة او التصدق بها حية۔ (شامی زکریا/ ۴۶۵،

کراچی ۶/۳۲۱) وقضائہا بعد مضیٰ وقتہا بالتصدق بعینہا اوبقیمتہا۔(فتح القدیر ۸/۴۳۶، کتاب الفتاویٰ ۴/۱۴۰، ۱۶۵، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۲۵، رمضان کیسے گذاریں ۱۸۰، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۳)

﴿کئی برسوں سے واجب قربانی نہیں کی﴾

اگر صاحب استطاعت شخص نے وسعت کے باوجود قربانی ترک کردی اور کئی سال تک قربانی نہیں کی تو ہر سال کی قربانی کے بدلہ میں ایک بکرا یا بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے۔ **ولو ترکت التضحیة ومضت أیامها تصدق بها حیة ناذر** (تنویر الابصار) وفی الشامی: **وإن لم یشتر مثلها حتی مضت أیامها تصدق بقیمتها الخ، وقال قبلها، وإذا فاتت عن وقتها فانها مضمونة بالجزاء۔** (شامی بیروت ۹/۳۸۸، زکریا ۹/۴۶۳، بدائع الصنائع زکریا ۴/۲۰۲، ہندیۃ ۵/۲۹۶، جامع الفتاویٰ ۴/۳۸۸)

﴿سبھی شرکاء قربانی کا عبادت کی نیت کرنا ضروری ہے﴾

بڑے جانور میں حصہ لینے والے سبھی شرکاء کا قربت وعبادت کی نیت کرنا لازم ہے، مثلاً اضحیہ، ولیمہ، عقیقہ کی نیت ہو (لہٰذا اگر کسی شخص نے غیر قربت مثلاً اپنی دکان میں گوشت بیچنے کے لئے حصہ لیا تو اس جانور میں حصہ لینے والے کسی بھی شریک کی قربانی درست نہ ہوگی)۔ **وکذا لو أراد بعضهم العقیقة عن ولد ولد له من قبل، لأن ذٰلک جهة التقرب بالشکر علی نعمة الولد ذکره محمد ولم یذکر الولیمة، وینبغی أن تجوز لأنها تقام شکراً ﷲ تعالیٰ علی نعمة النکاح ووردت بها السنة۔** (شامی زکریا ۹/۴۷۲) کل یرید القربۃ وہومن اہلہا ...... فلواراداحدہم بنصیبہ اللحم ...... لایجوزعن واحد منہم۔(ملتقی الابحر ۴/۱۶۸، شامی زکریا ۹/۴۷۲، کراچی ۶/۳۲۶، ہندیۃ ۵/۳۰۴، تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/۴۵۰، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۹)

﴿چند شرکاء کا مل کر ایک کی طرف سے قربانی کرنا﴾

نفلی طور پر ثواب پہنچانے کی نیت سے اگر کئی لوگ ایک جانور میں یا جانور کے کسی حصہ میں مشترک طور پر شریک ہوجائیں اور اس کا ثواب کسی میت یا زندہ کو پہنچادیں تو اس میں شرعاً کوئی

حرج نہیں ہے، اس سے دوسرے حصہ داروں کی قربانی پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا؛ کیوں کہ اس حصہ کے لینے سے واجب کی ادائیگی مقصود نہیں؛ بلکہ طلبِ ثواب پیشِ نظر ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۴۰۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۵۱)

﴿قربانی کے ساتھ ولیمہ کا حصہ لینا﴾

ولیمہ کرنا سنت ہونے کی بنا پر موجبِ ثواب ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص بڑے جانور میں ولیمہ کے نام پر حصہ لیتا ہے تو یہ بھی درست ہے، اس سے قربانی کرنے والوں کے حصہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ **ولم یذکر الولیمۃ وینبغی ان تجوز۔** (شامی زکریا ۹/ ۴۷۲، کراچی ۶/ ۳۲۶، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۰۹، ہندیۃ ۵/ ۳۰۴، احسن الفتاویٰ ۷/ ۵۳۶، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۴۲۲، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۷)

﴿قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ لینا﴾

بڑے جانور میں قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ رکھنا بھی درست ہے۔ **وکذا لو اراد بعضھم العقیقۃ عن ولد قد ولد لہ من قبل۔** (شامی زکریا ۹/ ۴۷۲، کراچی ۶/ ۳۲۶، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۰، ہندیۃ ۵/ ۳۰۴، احسن الفتاویٰ ۷/ ۵۳۶، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/ ۲۵، کتاب الفتاویٰ ۴/ ۱۶۸، مسائل قربانی وعقیقہ ۱۷)

﴿قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا﴾

اگر قربانی کے سب شریک اجنبی ہیں اور سب اپنا حصہ مکمل وصول کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو انتفاع کی اجازت نہیں دی ہے تو ایسی صورت میں قربانی کا گوشت تول کر تمام حصہ داروں میں تقسیم کرنا لازم ہے، (اور اگر آپس میں اجازت دے رکھی ہے تو اس اہتمام کی ضرورت نہیں ہے) **ویقسم لحمھا وزناً لا جزافاً۔** (ملتقی الابحر ۴/ ۱۶۸، درمختار زکریا ۹/ ۴۶۰، کراچی ۶/ ۳۱۷، تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/ ۴۵۵، ہندیۃ ۵/ ۳۰۶، خانیۃ ۳/ ۳۵۱، بزازیہ ۶/ ۲۹۰، جواہر الفقہ ۱/ ۴۵۱، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۴۲۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴/ ۲۰۷)

﴿نذر کا حصہ بالکل الگ کرنا ضروری ہے﴾

اگر بڑے جانور میں کسی شریک نے نذر کی قربانی کا حصہ لیا ہے تو اس حصہ کو تول کر بالکل الگ کرنا ضروری ہے؛ کیوں کہ اس حصہ کا استعمال خود حصہ دار یا کسی بھی غنی کے لئے جائز نہیں؛ بلکہ اسے فقراء میں تقسیم کرنا لازم ہے۔ مستفاد: **وانما وجبت بالنذر فليس لصاحبها ان يأكل منها شيئاً ولا ان يطعم غيره من الاغنياء... لان سبيلها التصدق۔** (البحر الرائق زکریا ۹/ ۳۲۷، درمختار زکریا ۹/ ۴۶۰، کراچی ۶/ ۳۱۷)

اذا نذر ذبح شاة لا يأكل منها الناذر، ولو اكل فعليه قيمة ما أكل۔ (تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/ ۴۱۵، کتاب الفتاویٰ ۴/ ۱۴۷) التی لایؤکل منہا ہی المنذورۃ ابتدائً۔ (درمختار زکریا ۹/ ۴۷۴)

﴿بوقتِ ذبح تمام شرکاء کی طرف سے نام بنام نیت﴾

اگر بڑے جانور میں حصے دار متعین ہو چکے ہیں تو ذبح کے وقت ہر ایک کا نام لینا ضروری نہیں؛ بلکہ مطلق ذبح سے سب کی قربانی درست ہوجائے گی۔ **ذبح المشتراة لها بلا نية الاضحية جازت اكتفاء بالنية عند الشراء۔** (ہندیۃ ۵/ ۲۹۴، مجمع الانہر ۴/ ۱۷۵)

ان الفعل انما يصير قربة من كل واحد بنيته... فعدم النية من احدهم لا يقدح في قربة الباقين۔ (بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۰۹، الاشباہ والنظائر ۴۰)

﴿سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی﴾

جس جانور کے سینگ کا کچھ حصہ اوپر سے ٹوٹ گیا ہو (یا اس کا خول اتر گیا ہو) اس کی قربانی درست ہے؛ لیکن اگر سینگ ٹوٹنے کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو (یعنی دماغ کی ہڈی میں سوراخ ہوگیا ہو) تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ **ويضحى بالجماء هي التي لا قرن لها خلقة وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر او غيره، فان بلغ الكسر الى المخ لم يجز۔** (شامی زکریا ۹/ ۴۶۷، کراچی

۶/ ۳۲۳، مجمع الانہر ۴/ ۱۷۱، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۱۶، ہندیۃ ۵/ ۲۹۷، البحر الرائق زکریا ۹/ ۳۲۳، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۳۸۴، کتاب الفتاویٰ ۴/ ۱۴۱، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/ ۴۹، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴/ ۱۹۰، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۰۹)

﴿جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں؟﴾

جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں (یا بچپن میں ہی اس کے سینگ کی جگہ آگ سے جلا دی گئی ہو، جس کی وجہ سے آگے سینگ نہ نکل سکے ہوں) اس کی قربانی درست ہے۔

ویضحی بالجماء هی التی لا قرن لها خلقة و کذا العظماء التی ذهب بعض قرنها بالکسر۔ (شامی زکریا ۹/ ۴۶۷، ہندیۃ ۵/ ۲۹۷، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۰۷)

﴿کان کٹے جانور کی قربانی﴾

اگر جانور کا کان تھوڑا بہت کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے؛ لیکن اگر کان کا اکثر حصہ کٹ گیا ہے تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ **ومقطوع اکثر الاذن، لو ذهب بعض ...... ان کان کثیراً یمنع، وان یسیراً لا یمنع۔** (شامی زکریا ۹/ ۴۶۸، کراچی ۶/ ۳۲۳، ہندیۃ ۵/ ۲۹۷، البحر الرائق زکریا ۹/ ۳۲۳، تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/ ۴۲۹، جواہر الفقہ ۱/ ۴۵۰، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/ ۴۸، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴/ ۱۸۸، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۰۷)

﴿بغیر کان والے جانور کی قربانی﴾

جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ **والسکاء التی لا اذن لها خلقة، ولا تجوز مقطوعة احدی الاذنین بکمالها والتی لها أذن واحدة خلقة۔**

(درمختار مع الشامی زکریا ۹/ ۴۶۹، کراچی ۶/ ۳۲۴، تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/ ۴۲۶، ہندیۃ ۵/ ۲۹۷، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۰۷)

﴿اندھے جانور کی قربانی﴾

جس جانور کی آنکھ کی بینائی بالکل یا اکثر چلی گئی ہو تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ **ومقطوع اکثر العین ای التی ذهب اکثر نور عینها۔** (درمختار زکریا ۹/ ۴۶۸، کراچی ۶/ ۳۲۳، ہندیۃ ۵/ ۲۹۸، البحر الرائق زکریا ۹/ ۳۲۳، تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/ ۴۲۹، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴/ ۱۸۸)

﴿پوپلے جانور کی قربانی﴾

جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر ٹوٹ چکے ہوں تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور جس کے دو چار دانت ٹوٹے ہوں کہ اسے چارہ کھانے میں زیادہ دشواری نہ ہوتی ہو تو اس کی قربانی میں کچھ حرج نہیں ہے۔ **ولا بالهتماء التي لا اسنان لها، ويكفي بقاء الاكثر۔** (درمختار زکریا ۹/۴۶۹، کراچی ۶/۳۲۴) واما الہتماء وہی التی لا اسنان لہا فان کانت ترعی وتعتلف جازت والا فلا۔ (ہندیہ ۵/۲۹۸، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۳، تاتارخانیہ زکریا ۱۷/۴۲۸، جواہر الفقہ ۱/۴۵۰، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴/۱۸۸، جامع الفتاویٰ ۴/۴۰۲، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۱)

﴿زبان کٹے ہوئے جانور کی قربانی﴾

زبان کٹا ہوا جانور جو چرنے پر قادر نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ **وقطع اللسان في الثور يمنع وفي الشاة اختلاف... ولو كانت الشاة مقطوعة اللسان هل تجوز التضحية بها؟ فقال نعم ان كان لا يخل بالاعتلاف وان كان يخل به لا تجوز التضحية بها۔**

(ہندیہ ۵/۲۹۸، تاتارخانیہ زکریا ۱۷/۴۲۸، شامی زکریا ۹/۴۷۰، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۱)

﴿دُم کٹے جانور کی قربانی﴾

اگر دُم کا اکثر حصہ کٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے، اور اگر معمولی حصہ کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ **ومقطوع اكثر الذنب، لو ذهب بعض الذنب... ان كان كثيراً يمنع وان يسيراً لا يمنع۔** (شامی زکریا ۹/۴۶۸، کراچی ۶/۳۲۳، ہندیہ ۵/۲۹۷، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۳، تاتارخانیہ زکریا ۱۷/۴۲۹، جواہر الفقہ ۱/۴۵۰، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۴۸، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴/۱۸۸، جامع الفتاویٰ ۴/۴۰۸)

﴿بغیر دم والے جانور کی قربانی﴾

جس جانور کی پیدائشی طور پر ہی دم ندارد ہو تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قربانی درست

ہے، جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک اس کی قربانی جائز نہیں ہے (اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی قربانی نہ کی جائے) **الشاة إذا لم یکن لها أذن ولا ذنب خلقة، قال محمد لا یکون هٰذا ولو کان لا یجوز، وذکر في الأصل عن أبي حنیفة** علیہ الرحمۃ **أنه یجوز، خانیة۔** (شامی زکریا ۹/ ۴۷۰، بیروت ۹/ ۳۹۳، احسن الفتاویٰ ۷/ ۵۱۷)

﴿لنگڑے جانور کی قربانی﴾

جو جانور بالکل لنگڑا ہو یا اس قدر لنگڑا ہو کہ تین پاؤں زمین پر رکھتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر رکھ ہی نہ سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور اگر چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر لنگڑا کر چل سکتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ **العرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای التی لا یمکنها المشی برجلها العرجاء، انما تمشی بثلاث قوائم، حتی لو کانت تضع الرابعة علی الارض وتستعین بها جاز۔** (درمختار مع الشامی زکریا ۹/ ۴۶۸، کراچی ۶/ ۳۲۳، تاتارخانیة زکریا ۱۷/ ۴۲۶، ہندیة ۵/ ۲۹۷، البحر الرائق زکریا ۹/ ۳۲۳، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۳۷۶، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۱۱)

﴿خشک تھن والے اور تھن کٹے جانور کی قربانی﴾

بکری کے دو تھنوں میں سے ایک تھن اگر خشک ہو جائے یا کاٹ دیا جائے تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی اور اگر گائے یا اونٹنی کے دو تھن کٹ جائیں یا سوکھ جائیں تو ان کی قربانی بھی جائز نہ ہوگی؛ لیکن اگر گائے یا اونٹنی کے چار تھنوں میں سے صرف ایک تھن کٹ جائے تو اس کی قربانی درست ہے۔ **والشطور لا یجزئ وهی من الشاة ما قطع اللبن عن احدی ضرعها، ومن الابل والبقر اذا انقطع اللبن من ضرعیها۔ (تاتارخانیة زکریا ۱۷/ ۴۳۰، تبیین الحقائق زکریا ۶/ ۴۸۲) والجذاء مقطوعة رؤوس ضرعها او یابستها۔** (درمختار زکریا ۹/ ۴۶۹-۴۷۰، کراچی ۶/ ۳۲۴-۳۲۵، ہندیة ۵/ ۲۹۸، جامع الفتاویٰ ۴/ ۴۱۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۲۸)

﴿حاملہ جانور کی قربانی﴾

گابھن جانور کی قربانی مکروہ ہے جب کہ ولادت کا وقت قریب ہو۔ **ان تقاربت الولادۃ یکرہ ذبحھا۔** (شامی زکریا ۹/۴۴۱، کراچی ۶/۳۰۴، ہندیہ ۵/۲۸۷، خانیہ ۳/۳۶۷، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/۳۱۹، مسائل قربانی وعقیقہ ۲۷)

﴿خصی جانور کی قربانی﴾

خصی جانور کی قربانی نہ صرف جائز بلکہ افضل اور مسنون ہے؛ کیوں کہ اس کا گوشت غیر خصی سے اچھا ہوتا ہے۔ والخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحماً۔ (ہندیہ ۵/۲۹۹)

ویضحی بالجماء والخصی۔ (درمختار زکریا ۹/۴۶۷، کراچی ۶/۳۲۳، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۳، بزازیہ ۶/۲۸۹، مجمع الانہر ۴/۱۷۱، جواہر الفقہ ۱/۴۴۹، کتاب الفتاویٰ ۴/۱۴۲، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/۳۴۰، جامع الفتاویٰ ۴/۴۱۸، مسائل قربانی وعقیقہ ۲۳)

﴿خنثی جانور کی قربانی﴾

خنثی جانور (جس کے بارے میں پتہ ہی نہ چل سکے کہ وہ نر ہے یا مادہ) کی قربانی درست نہیں ہے۔ **ولا بالخنثی لان لحمھا لا ینضج۔** (درمختار زکریا ۹/۴۷۰، کراچی ۶/۳۲۵، ہندیہ ۵/۲۹۹، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/۳۷۹، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۵۴، جامع الفتاویٰ ۴/۴۱۸، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۰)

﴿نجاست خور جانور کی قربانی﴾

جو جانور صرف گندگی اور غلاظت کھاتا ہو دیگر چارہ نہ کھاتا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ ولا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرھا۔ (درمختار زکریا ۹/۴۷۰، کراچی ۶/۳۲۵، ہندیہ ۵/۲۹۸، البحر الرائق زکریا ۹/۳۲۳، کتاب الفتاویٰ ۴/۱۴۲، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۲)

﴿قربانی کا جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہوگیا﴾

اگر خریدتے وقت جانور صحیح سالم تھا؛ لیکن بعد میں عیب دار ہوگیا تو مال دار پر اس کے بجائے

دوسرے صحیح سالم جانور کی قربانی لازم ہے، اوراگر فقیر ہے تواسی عیب دار جانور کی قربانی کرسکتا ہے، دوسرے جانور کی قربانی اس پر لازم نہیں ہے۔ **ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع فعليه اقامة غيرها مقامها ان كان غنياً وان كان فقيراً اجزأه ذٰلك۔**

(درمختار زکریا ۹/ ۴۷۱، کراچی ٦/ ۳۲۵، تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/ ۴۳۲، مجمع الانہر ۴/ ۱۷۳، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۱٦، جواہرالفقہ ۱/ ۴۵۰، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴/ ۱٦۹)

﴿قربانی کے وقت جانور عیب دار ہوگیا﴾

جو جانور پہلے سے صحیح سالم تھا؛ لیکن قربانی کے لئے کوشش کرتے وقت (اچھل کود وغیرہ کی وجہ سے) عیب دار ہوگیا، تو اس کی قربانی میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ **ولا يضر تعيبها من اضطرابها عند الذبح۔** (درمختار زکریا ۹/ ۴۷۱، کراچی ٦/ ۳۲۵، البحر الرائق زکریا ۹/ ۳۲۴، تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/ ۴۳۲، مجمع الانہر ۴/ ۱۷۲، ہدایۃ ۴/ ۴۳۲، بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۲۱٦، ہندیۃ ۵/ ۲۹۹، المحیط البرہانی ۸/ ٦۷، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۳۸۷، مسائل قربانی وعقیقہ ۳۱)

﴿غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دینا﴾

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دینا جائز ہے۔ **ويهب منها ما شاء للغنى والفقير والمسلم والذمى۔** (ہندیۃ ۵/ ۳۰۰، تاتارخانیۃ زکریا ۱۷/ ۴۳۷)

وللمضحى ان يهب كل ذٰلك او يتصدق لغنى او فقير مسلم او كافر۔ (اعلاء السنن کراچی، باب بیع جلد الاضحیۃ ۷/ ۲۵۸، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴/ ۲۰۹، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۴۳۴، کتاب الفتاویٰ ۴/ ۱۴۹)

﴿قربانی کا گوشت فروخت کرنا﴾

اصل یہی ہے کہ قربانی کا گوشت فروخت نہ کیا جائے؛ بلکہ اپنے استعمال میں لائیں یا مستحقین اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرادیں؛ لیکن اگر گوشت اتنا زیادہ ہو کہ اس کے ضائع

ہونے کا خطرہ ہوتو ایسی صورت میں ضائع کرنے کے بجائے بہتر یہی ہوگا کہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت غرباء و مستحقین میں تقسیم کر دی جائے۔

وفیہ اللحم لا یجوز اصلاً سواء باع بشیء ینتفع بہ او بشیء لا ینتفع بہ۔

(تاتارخانیہ زکریا ۱۷/۱ ۴۴۱، درمختار زکریا ۹/ ۴۷۵، ملتقی الابحر ۴/ ۱۷۴، جواہر الفقہ ۱/ ۴۵۲، مسائل قربانی وعقیقہ ۴۴)

﴿عیدین کی نماز اور خطبہ﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے تھے سب سے پہلے نماز پڑھاتے، پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے خطبہ کیلئے کھڑے ہوتے تھے لوگ صفوں میں بیٹھے رہتے تھے۔ (بخاری، مسلم، کنز الاسلام، ص/60)

﴿عیدین کا خطبہ سننے کا حکم﴾

عیدین کا خطبہ سننا سنت ہے، واجب نہیں، لیکن جب خطبہ شروع ہوجائے تو مقتدیوں پر اسے سننا واجب ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا ج ۲/ ۵۸۹)

﴿خطبہ نماز کے بعد پڑھے﴾

نماز کے بعد امام منبر پر کھڑے ہوکر دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔

﴿دعا﴾

عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنا جائز بلکہ مستحب ہے، لیکن یہ دعا نماز کے بعد ہونی چاہئے، خطبوں کے بعد دعا کرنا بے اصل ہے (محمودیہ، احسن الفتاویٰ، فتاویٰ دارالعلوم زکریا)

﴿عید الاضحیٰ کا پہلا خطبہ﴾

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَہِیْمَۃِ الْأَنْعَامِ، وَعَلَّمَ التَّوْحِیْدَ وَاَمَرَ بِالْاِسْلَامِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

وَنَشْھَدُ أَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ ھَدَانَا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِاِقَامَۃِ الْاَحْکَامِ وَبَذَلُوْا اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَالَھُمْ مَنْ کِرَامٍ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاعْلَمُوْا اَنَّ یَوْمَکُمْ ھٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ شُرِعَ لَکُمْ فِیْہِ مَعَ اَعْمَالٍ اُخَرَ ذَبْحُ الْاُضْحِیَّۃِ بِالْاِخْلَاصِ وَصِدْقِ النِّیَّۃِ، وَبَیَّنَ نَبِیُّہٗ وَصَفِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُجُوْبَھَا وَفَضَائِلَھَا، وَدَوَّنَ عُلَمَآءُ اُمَّتِہٖ مِنْ سُنَنِہٖ فِیْ کُتُبِ الْفِقْہِ مَسَائِلَھَا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

فَقَدْ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ، اِنَّھَا لَتَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَأَشْعَارِھَا وَأَظْلَافِھَا، وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ أَنْ یَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

وَقَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْأَضَاحِیُّ ؟ قَالَ سُنَّۃُ أَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ، قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ قَالَ بِکُلِّ شَعَرَۃٍ حَسَنَۃٌ ،

قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِاَنْ يُّضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلاَ يَحْضُرْ مُصَلَّانَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَلْاَضَاحِيُّ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰی وَهٰذَا بَعْضٌ مِّنَ الْفَضَائِلِ، وَتَعَلَّمُوْا مِنَ الْعُلَمَاءِ الْمَسَائِلَ اللهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ لَنْ يَّنَالَ اللهَ لُحُوْمُهَا وَلاَ دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰی مَاهَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعْنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ اَسْتَغْفِرُ اللهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ (خطباتِ جمعہ وعیدین: ۳۲،۳۱،۳۰)

﴿عید الاضحیٰ کا دوسرا خطبہ﴾

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْرا ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَاءِھَا وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَاءِھَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِیَآءِھَا وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

وَارْضَ اللّٰھُمَّ عَمَّنْ ھُوَاَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ بِالتَّحْقِیْقِ رَفِیْقُہٗ فِی الْغَارِوَاَنِیْسُہٗ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنِ النَّاطِقِ بِالصِّدْقِ وَالصَّوَابِ الْفَارِقِ بَیْنِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ الْاَوَّاہِ الْاَوَّابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنْ کَامِلِ الْحَیَاءِ وَالْاِیْمَانِ جَامِعِ اٰیَاتِ الْقُرْآنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنْ اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اَسَدِ اللّٰہِ الْغَالِبِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ وَعَنِ السَّعِیْدَیْنِ الشَّھِیْدَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَعَنْ اُمِّھِمَا الْبَتُوْلِ الزَّھْرَاءِ بِضْعَۃِ جَسَدِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ الْعَزِیْزَۃِ الْغَرَّآءِ سَیِّدَتِنَا فَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَعَنْ عَمَّیْہِ الْمُکَرَّمَیْنِ اَبِیْ عُمَارَۃَ سَیِّدِنَا حَمْزَۃَ وَاَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَعَنِ السِّتَّۃِ الْبَاقِیَۃِ مِنَ الْعَشَرَۃِ الْمُبَشَّرَۃِ الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ وَعَنْ سَآئِرِ الصَّحَابَۃِ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالتَّابِعِیْنَ وَاَتْبَاعِھِمْ وَتَابِعِیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلاًّ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ اَللّٰھُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ أَنْتَ الْوَھَّابُ۔

عِبَادَاللّٰہِ! رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ وَادْعُوْہُ یَسْتَجِبْ لَکُمْ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَھَمُّ وَاَکْبَرُ۔

اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ۔ (خطبات جمعہ وعیدین: ۳۴، ۳۳، ۳۲)

سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ

سلسلہ کے تمام حضرات اس مضمون کو بار بار پڑھ کر حرزِ جان بنالیں اور پورا پورا استفادہ کریں۔

﴿حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نہایت قیمتی ملفوظات﴾

﴿جنات کیسے بھاگتے ہیں؟﴾

فرمایا: سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ و دیگر جنات وشیاطین بھاگ جاتے ہیں، یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پیشانی میں موجود ہوتا ہے، لیکن مستور ہوتا ہے، نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کئے ہوتی ہے۔

نفس جب کدورت سے پاک ہوتا ہے تو یہ نور منور ہو جاتا ہے، جگمگا اٹھتا ہے، ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا، بھاویں سوسو حیلے کرو، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال جنات وشیاطین کو جلا دیتا ہے، کوئی بھی تاب نہیں لاسکتا۔

﴿قرآن شریف شیطان کو کیسے جلاتا ہے﴾

فرمایا: سالک جب قرآن شریف کی تلاوت میں محو ہوتا ہے قرآن مجید کے نور کے جلال سے ہمزات شیاطین لاغر نحیف اور بے بس ہو کر توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال شیطان کو جلا دیتا ہے، تلاوت قرآن، نماز، ذکر ان تینوں میں ہر مرض سے کلی شفاء ہے، ان تینوں کی کثرت مساوی ہو یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

﴿شیطان سے بچنے کا ہتھیار﴾

فرمایا: دیکھئے بیت اللہ، اللہ تعالی کا گھر ہے ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر قبضہ جمائے، اللہ تعالی نے ابابیلوں کو مسلط کر دیا، انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا، بالکل اسی طرح انسان کا دل اللہ تعالی کا گھر ہے، اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر پتھروں کی بوچھاڑ کیجئے، پھر دیکھئے کہ اللہ آپ کو شیطان سے محفوظ فرما لیں گے اور قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔ (سورہ الاعراف، آیت: 201)

ترجمہ: بلاشبہ جنہوں نے تقوی اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی ان کو چھوتا ہے تو وہ اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔



شجرہ : سلسلۂ چشتیہ منظومہ: حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ

سلاسل اربعہ کے مشائخ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کا شجرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر پڑھنے سے مصائب دور، مسائل حل اور مقاصد پورے ہوتے ہیں، اسلئے باجازت شیخ اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حضرت حاذق الامت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹیؒ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلالا آبادیؒ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کیواسطے

اوردر ودونعت ختم الانبیا ءکیو اسطے

اورسب اصحاب وآل مجتبیٰ کے واسطے

رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے کے واسطے

بالخصوص ان اولیائے باصفا کے واسطے

مولوی اشرف علی شمس الہدیٰ کے واسطے

حاجی امداداللہ ذوالعطا کے واسطے

حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے

شیخ عبدالباری شہِ بے ریا کے واسطے

شاہ عبدالہادی پیر ہدے کے واسطے

شاہ عضد الدین عزیز دوسرا کے واسطے
شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے
بوسعید اسد اہل ورا کے واسطے
نشہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کیواسطے
عبد قدوس شہ صدق وصفا کیواسطے
اے خدا شیخ محمد راہنما کے واسطے
شیخ احمد عارفِ صاحب عطاء کیواسطے
احمد عبد الحق شہ ملکِ بقا کیواسطے
شہ جلال الدین کبیر اولیاء کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کیواسطے
شیخ علا الدین صابر بارضا کیواسطے
شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے
خواجہ قطب الدین مقتول دلا کیواسطے
شہ معین الدین حبیب کبریاء کے واسطے
خواجہ عثمان با شرم وحیا کے واسطے
خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے
شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کیواسطے
بومحمد محترم شاہِ وِلا کے واسطے
احمد ابدال چشتی باسخا کے وا سطے
شیخ ابواسحاق شامی خوش ادا کیواسطے

خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کیواسطے

بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے

شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے

شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے

شیخ حسن بصری امام اولیاء کیواسطے

ہا دی عالم علی شیر خدا کیواسطے

سرور عالم محمد مصطفے کے واسطے

یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے

یاحق اپنے عاشقان باوفا کیو اسطے

یارب اپنے رحم واحسان وعطا کیواسطے

کررہا ئی کا سبب اس مبتلا کیو اسطے

کون ہے تیرے سوا مجھ بےنوا کیواسطے

ہےعبادت کا سہارا عابدوں کیو اسطے

ہےعصائے آہ مجھ بے دست و پا کیواسطے

بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کیواسطے

اپنے لطف ورحمت بے انتہا کیواسطے

★★★★★★★★★★★★★★

معمولات

صبح و شام

معمولات اور ان کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین ومتوسلین کو ان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں۔ راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت و عاشقان حق کی رہنمائی کا ادنیٰ فریضہ انجام دیتا ہے۔

﴿طبقۂ اولیٰ﴾

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے ۔تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کو شروع فرماتے:

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِي بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ـــــــ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ـــــــ 100 بار

درود شریف۔ ـــــــ 100 بار

لَا اِلٰهَ اِلَّا الله۔ ـــــــ 200 بار

اِلَّا الله۔ ـــــــ 400, بار

اَللهُ الله۔ ـــــــ 600, بار

اَللهُ۔ ـــــــ 100 بار

تلاوت کلام پاک کم از کم ایک پارہ مع سورۂ یسین شریف۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ۔ ـــــــ ایک منزل

شام کے معمولات

استغفار۔ ________ 100،بار

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ________ 100،بار

درود شریف۔ ________ 100،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ ثانیہ

صبح کے معمولات

أَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِی بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ________ 3،بار

اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ________ 100،بار

درود شریف۔ ________ 100،بار

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ________ 100،بار

اَللّٰہُ اللہ۔ ________ 100،بار

اللہ۔ ________ 100،بار

کم از کم سورۂ یسین شریف کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوئی حد نہیں۔

مناجات مقبول حکیم الامتؒ ہر روز۔ ________ ایک منزل

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

﴿شام کے معمولات﴾

استغفار۔ ________ 100،بار

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ________ 100،بار

درود شریف۔ ________ 100،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

(نوٹ)

طبقۂ اولیٰ کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورۂ اخلاص۔ ________________ 100، بار

تیسرا کلمہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ ________ 100، بار

طبقۂ اخیر کیلئے صبح کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ________________ 33، بار

أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ ________ 33، بار

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ________ 33، بار

قرآن شریف کی تلاوت کم از کم دس آیتیں۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

شام کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ________________ 33، بار

استغفار۔ ________________ 33، بار

درود شریف۔ ________________ 33، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔ ________

☆☆☆☆☆☆☆

{مؤلف کا تعارف}

نام　:　محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔

ولادت و پیدائش　:　مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)

ابتدائی تعلیم　:　ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔

عربی اول　:　جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)

عربی دوم، سوم　:　مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)

اعلیٰ تعلیم　:　عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)

فراغت　:　سنہ ۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات...

درس وتدریس　:　درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں:　فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

موجودہ مصروفیات　:　خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔



مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔

۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔

۳۔ نکاح اور طلاق۔

۴۔ حج گائیڈ۔

۵۔ چالیس حدیثیں۔

۶۔ جادو ٹونا، اور کہانت کا حکم۔

۷۔ دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔

۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔

۹۔ عظمت قرآن۔

۱۰۔ مسائل حاضرہ۔

۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔

۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ۔

۱۳۔ چراغ اصلاح۔

۱۴۔ تکبر ایک وبال ہے۔

۱۵۔ تنقید ایک بُری عادت ہے۔

۱۶۔ جنت کے حسین محلات اور لذیذ ونفیس نعمتیں۔

۱۷۔تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اور اخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات جلد،اوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلد دوم۔

۲۷۔اصلاحی واقعات جلد سوم۔

۲۸۔دعاء کا صحیح طریقہ۔

۲۹۔اصلاح کا مبارک سفر۔

۳۰۔قربانی کی شرعی حیثیت۔



بیعت سے آدمی پاک صاف ہوجاتا ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کردیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں، احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آجا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا، تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس، پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہو کر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل صاف کردے گی۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

نوٹ:

اس مضمون کو طباعت کے وقت بیک فرنٹ پر ڈالیں